تردیدِ اشاعت صلح کلیت

بنام

تحقیقِ ”حدیث افتراق امت“

تالیف

مختارحنیف قادری فاضل بغداد

☆ کتاب : تردید اشاعت صلح کلیت بنام تحقیق افتراق امت

☆ تالیف : مختارحنیف قادری فاضل بغداد

☆ اشاعت باراول : صفرالمظفر ۱۴۳۳ھ/جنوری ۲۰۱۲ء

☆ کمپوزنگ : محمد ارشاد احمد مصباحی برکاتی دارالعلوم مخدومیہ، جوگیشوری، ممبئی

☆ ناشر : ابوساریہ عبداللہ العلیمی

☆ تقسیم کار : مفکرملت اکیڈمی ۷/۱۵/۵۱۸، مولانا کالونی، چیلا چھاؤنی
فیض آباد، یوپی، انڈیا

☆ قیمت :

مؤلف سے رابطہ کے لئے

Mohammad Mukhtar Al-Hasan Qadri

Darul Uloom Noorul-Haque

Chirra Mohammad Pur, Faizabad U.P. India.

Mob:0091-9506796211.Mumbai-9987686859

E-mail:fazilbaghdad@gmail.com

Website:www.islamicfame.com

انتساب و ایصال ثواب

مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام **احمد رضا** خان قادری برکاتی

علیہ الرحمۃ والرضوان

اور

مبلغ اسلام حضرت علامہ شاہ **عبد العلیم** میرٹھی صدیقی مہاجر مدنی

علیہ الرحمہ

اور

مفکر ملت حضرت علامہ **محمد حنیف** صاحب قبلہ قادری

علیہ الرحمہ

اور

عالی جناب **عبد اللہ خان** صاحب مرحوم و مغفور

کے نام

مختار حنیف قادری فاضل بغداد

فہرس

''پیش لفظ''

کچھ دنوں پہلے کی بات ہے کہ ایک محبّ ومخلص نے از ہر مصر سے بذریعہ فون رابطہ کرکے پوچھا کہ: ہمارے ای۔میل پر مولانا اسید الحق صاحب کی کتاب ''حدیث افتراق امت تحقیقی مطالعہ کی روشنی میں'' سے متعلق کسی حیدرابادی صاحب کا ایک تردیدی مضمون موصول ہوا ہے، کیا آپ کی نظر سے بھی گزرا ہے؟ میں نے اپنی لاعلمی کا اظہار کرتے ہوئے عرض کیا کہ: میری نظر سے ایسا کوئی مضمون نہیں گزرا، البتہ جب کبھی آپ کو موقع میسر ہو تو ضرور میرے میل آئی۔ڈی پر بھیجنے کی زحمت گوارہ فرمائیں۔ انہوں نے وہ مضمون از راہ کرم اسی روز ارسال فرمادیا، پڑھنے کے بعد قدرے تشویش ہوئی۔ لہٰذا اصل کتاب دیکھنے کی غرض سے اپنی ذاتی لائبریری کی طرف متوجہ ہوا، مولانا اسید صاحب کی عنایت فرمودہ کتابوں سے مذکورہ کتاب دستیاب ہو گئی۔ کتاب کا مطالعہ کیا اور اپنے احباب اساتذۂ دار العلوم نور الحق چرہ محمد پور، فیض آباد سے اپنی تشویشات کا ذکر کیا، احباب نے بھی مولانا موصوف کی تحریریں دیکھنے اور میرے اعتراضات سننے کے بعد حیرت واستعجاب کا اظہار کیا۔ چند دنوں بعد جب میں نے ان احباب سے اس کتاب میں موجود قابل گرفت باتوں کی تردید کا تذکرہ کیا تو ان حضرات نے روکتے ہوئے فرمایا کہ مولانا اسید صاحب کو فون کرکے بتادیا جائے تاکہ جب بھی وہ ادھر تشریف لائیں تو دوبدو گفتگو ہوجائے۔ اگر مولانا اپنی ان قابل اعتراض تحریروں کی توضیح وتاویل کردیتے ہیں تو ردوابطال کی چنداں حاجت نہیں۔

مذکورہ گفتگو کے بعد میں نے خاموشی اختیار کرلی اور ''شیخ ☆'' صاحب کے جواب کا انتظار کرنے لگا۔ تھوڑے ہی دنوں بعد معلوم ہوا کہ فون سے رابطہ کرنے پر انہوں نے تحریری وتحقیقی اور تبلیغی مصروفیات کی بناء پر کسی طرح کی گفت وشنید سے انکار کردیا۔ اس کے بعد بندۂ ناچیز نے اپنی توجہ اس کتاب کی طرف مبذول کی اور چاروناچار تحریری کام شروع کردیا۔

☆ میری دانست کے مطابق مولانا اسید الحق صاحب اپنے گھر اور احباب میں ''بڑے بھیا'' کے نام سے اور از ہر سے فراغت کے بعد ''شیخ ☆'' کے لقب سے یاد کئے جاتے ہیں۔

جب میں نے دوبارہ اس کتابچہ کا بغور مطالعہ کیا تو محسوس یہ ہوا کہ مولانا اسید صاحب نے دیدہ ودانستہ اکابر علماء اہلسنت کے خلاف رائے قائم کر کے ''صلح کلیت'' کو تقویت پہونچانے کی غرض سے یہ سارا کارنامہ انجام دیا ہے۔ پہلے لکھا کہ ''حدیث افتراق امت'' نے ''**کلها فی النار**'' سے دخول فی النار مراد ہے۔ پھر لکھا کہ ان بہتر فرقوں سے صرف گمراہ فرقے مراد ہیں اور یہ فرقے فاسقین اہل حق کے حکم میں ہیں۔ اس تمہید کے بعد نہ جانے کس کی رعایت و مصلحت یا اپنی ذاتی صلح کل ذہنیت کے تحت لکھا کہ خوارج وروافض اور معتزلہ وغیرہ انہیں بہتر ۷۲ فرقوں میں سے ہیں۔ مزید برآں لکھ دیا کہ۔ معاذ اللہ۔ اکابر علماء اہل سنت کا موقف بھی یہی ہے۔ پھر دوسری جگہ لکھا کہ مولانا عبدالحی فرنگی محلی کے ''فتوی کی تصدیق کرتے ہوئے مولانا محمد نعیم فرنگی محلی فرماتے ہیں: فی الواقع حدیث افتراق امت میں ناری سے مراد مسلمین فاسقین ہیں کہ شامت عصیاں سے دوزخ میں جاویں گے'' اور ایک تیسری جگہ تحریر کیا کہ:

''ہمارے استاذ فرمایا کرتے تھے کہ اہل سنت وجماعت سمیت تمام اسلامی فرقوں میں سے کسی سے کلی طور پر اتفاق نہیں کیا جاسکتا''۔

یہ مذکورہ ساری باتیں ایسی تھیں جنہیں پڑھنے کے بعد تردید ضروری ہوگئی تھی۔ اس لئے خواہی نخواہی قلم اٹھانا ہی پڑا۔ اب شاید کچھ باتیں لکھنے میں تلخ ہوگئی ہوں، تو اسے حقیقت پر مبنی تلخی باور کیا جائے۔ کیونکہ حقیقت بیانی میں تلخ نوائی ہو ہی جاتی ہے۔ جیسا کہ مولانا اسیدالحق صاحب خود ہی ''خامہ تلاشی'' ص ۲۵، میں فرماتے ہیں:

''اس بات کو خوشتر صاحب نے جس انداز میں لکھا ہے اس میں گو کہ ترشی کی حد تک تلخی پیدا ہوگئی ہے مگر یہ ان کی مجبوری ہے۔ کیونکہ بات حقیقت پر مبنی ہے اور حقیقت عموماً تلخ ہوا کرتی ہے''

اسی طرح مولانا اپنے مقالہ کے محل نظر اور قابل بحث ہونے کا اعتراف کرتے ہوئے ''خامہ تلاشی'' (ص ۴۲، ۴۳) میں یوں رقمطراز ہیں کہ:

(''حدیث افتراق امت'' بالآخر اختتام پذیر ہوا اور اپنے پیچھے بہت سارے سوالات چھوڑ گیا اس کے کئی گوشوں پر گفتگو ہوسکتی ہے مگر جگہ کی قلت کے پیش نظر فی الحال ہم کوئی تبصرہ کرنے کے بجائے اہل قلم کی آراء اور ان کے رد عمل کا انتظار کر رہے ہیں) سچ ہے کہ ''**الحق یعلو ولا یعلی علیه**'' حق وہ ہے جو سر چڑھ کر بولے۔

لیجئے اب مولانا کا انتظار ختم ہوا، رائے اور رد عمل سامنے ہے۔ یہ اور بات ہے کہ میں مولانا کی زبان میں ''لکھاڑ'' قسم کا قلمکار تو نہیں۔ البتہ کچھ ٹوٹے پھوٹے جملے ادا کر لیا ہے۔ شاید اہل علم اس رد ورائے کو اپنا قیمتی وقت مرحمت فرما کر مسموم ومذموم افکار اور صالح وصواب آراء کے درمیان خط امتیاز کھینچتے ہوئے پہلی قسم کے افکار کو ہمیشہ کے لئے مسترد کر دیں تاکہ پھر آئندہ کے لئے کوئی بھی کسی طرح کی قلمی آوارگی دکھانے کی جرأت نہ کر سکے۔

رہی بات ان کے موقف کی کہ ''کلها فی النار'' سے دخول فی النار مراد ہے اور امت سے امت اجابت، تو اس بحث کو ایک مستقل مقالے کے لئے چھوڑ رکھا گیا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے توفیق بخشی تو انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ دنوں میں اس موضوع پر بھی کچھ نہ کچھ خامہ فرسائی کی جائے گی۔

واللہ الموفق وھو المستعان

مختار حنیف قادری فاضل بغداد

نائب شیخ الحدیث دار العلوم نورالحق چرہ محمد پور، فیض آباد، یوپی

’’حدیث افتراق امت کے تحقیقی مطالعہ کی حقیقت‘‘

مولوی اسید الحق بدایونی کا ایک کتابچہ بعنوان ’’حدیث افتراق امت تحقیقی مطالعہ کی روشنی میں‘‘ نظر سے گزرا، دیکھنے کے بعد اسید صاحب کے بعض رفقائے درس، فارغین از ہر سے مذکورہ کتابچہ کے بارے میں دریافت کیا، تو معلوم ہوا کہ اس کا ابتدائی حصہ جو متن حدیث اور اس کی روایت و رواۃ سے متعلق ہے، چند نامناسب آراء کے علاوہ تقریباً سارا کا سارا ’’کتانی‘‘ صاحب کی کتاب ’’ **ابراء الذمة بتحقيق القول حول افتراق الامة**‘‘ اور ڈاکٹر محمد احمد المسیر کی کتاب ’’ **قضية التكفير فی الفكر الاسلامی** ‘‘ سے ماخوذ ہی نہیں، بلکہ اسید صاحب کی زبان میں ’’بامحاورہ‘‘[(۱)] ترجمہ ہے، ان حضرات نے تو یہاں تک بتایا کہ ان کے بیشتر مضامین جو ’’تحقیق و تفہیم‘‘ وغیرہ دیگر ناموں سے شائع ہو رہے ہیں دراصل اسی طرح کے سرقۂ علمیہ پر مبنی ہیں، حیرت و استعجاب سے اس وقت آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں جب کانوں نے ایک ازہری صاحب کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا کہ جناب شیخ کی علمی لیاقت اتنی وسیع اور فکری رتبہ اتنا بلند و بالا ہے کہ حضرت اپنا امتحانی نتیجہ اور ازہر کی مارکشیٹ کسی کے سامنے پیش کرنے کی جرأت تک نہیں کر سکتے۔ خیر! یہ سب تو محترم کے شخصی و ذاتی معاملات ہیں، اگرچہ ان کا تعلق علمی و فکری قد و قامت سے بھی ہے مگر اس کے باوجود بھی انھیں نظر انداز کرتے ہوئے مذکورہ کتابچہ کے اس حصہ پر گفتگو کرنا چاہتا ہوں جو فقہ و کلام سے متعلق ہے- اور یہ تقریباً تیس صفحات پر مشتمل ہے- کیونکہ یہ حصہ اتنا خطرناک اور موذی ہے کہ اس سے چشم پوشی و روگردانی صلح کلیت کی ترویج و اشاعت کے مترادف ہے، اور قدرت کے باوجود تردید و مذمت نہ کرنا ناشر صلح کلیت کی امداد و اعانت ہے، اس لئے ان کے ہفوات و زلات پر قدغن لگانا، اور فاسد استدلال کی شرعی حیثیت اجاگر کرنا ایک اہم ملی و مسلکی فریضہ ہے۔

’’اسید میاں کا موقف اور امام اشعری کی ایک عبارت‘‘

اسید الحق صاحب! یا ’’رقص ابلیس‘‘ نامی کتاب کے مؤلف کی زبان میں ’’فسید الحق‘‘[(۲)] صاحب نے اکابر اہلسنت کی عبارات کا مفہوم جس طرح توڑ مروڑ کر پیش کیا ہے، اور اپنے ’’موقف‘‘ کی حمایت و نصرت میں جس انداز سے تہمت لگائی ہے، وہ کسی خوش عقیدہ مسلمان کے لئے ہرگز، ہرگز قابل برداشت نہیں، اس لئے میں چاہتا ہوں کہ سب سے پہلے مذہب اہلسنت کے اس عظیم پیشوا اور مدرسۂ اشعریہ کے قائد و رہنما کی عبارت سے گفتگو کا آغاز کروں جنہوں نے دین کی حفاظت و صیانت کے لئے اپنی پوری زندگی باطل فرقوں کا منہ توڑ جواب دینے میں صرف کر دی ہے۔

اسید میاں نے اپنے موقف کی تائید و توثیق کے لئے امام ابوالحسن علی اشعری کی ایک عبارت پیش کی ہے، امام اشعری کی عبارت اور اسید میاں کے ’’موقف‘‘ اور ’’گفتگو‘‘ پر نقد و جرح کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ ان کا ’’موقف‘‘ خود انھیں کے لفظوں میں لکھ دیا جائے، تاکہ نتیجہ تک پہونچنے اور اتہام تائید سے امام کے بری ہونے میں کوئی شک و ارتیاب نہ رہ جائے۔ اسید صاحب لکھتے ہیں:

(لیکن ہمارے اکابر اہلسنت نے محتاط موقف اختیار کرتے ہوئے یہاں صرف ’’دخول فی النار‘‘ مراد لیا ہے، اور ان کے نزدیک یہ ۷۲ فرقے ضال و مضل ہوں گے، کافر نہیں ہوں گے، اور بہر حال ان کو امت اسلامیہ کا ایک حصہ سمجھا جائے گا............ یہ موقف صرف امام غزالی کا نہیں ہے بلکہ جمہور اشاعرہ اور ماتریدیہ کا یہی موقف ہے)[(۳)] اب آپ امام اشعری کی وہ عبارت ملاحظہ کیجئے جسے اسید صاحب نے اپنے موقف کی تائید میں پیش کیا ہے اور اس میں ڈھونڈ ھئے کہ امام کے کس لفظ سے ان کے موقف کی تائید ہوتی ہے؟ اسید میاں لکھتے ہیں:

(امام اہلسنت امام ابوالحسن الاشعری (متوفی ۳۲۴ھ) اپنی کتاب ’’مقالات الاسلامیین‘‘ کے آغاز میں فرماتے ہیں ’’ **اختلف الناس بعد نبيهم ﷺ فی اشياء كثيرة ضلل فيها بعضهم بعضا و برئ بعضهم من بعض فصاروا فرقا متبائنين و احزابا**

متشتین الاان الاسلام یجمعهم ویشتمل علیهم" نبی کریم ﷺ کے بعد لوگوں کے درمیان بے شمار چیزوں میں اختلاف واقع ہو گیا، بعض نے بعض کو گمراہ قرار دیا اور بعض نے بعض سے برأت ظاہر کی، تو یہ لوگ الگ الگ فرقوں اور مختلف احزاب میں تقسیم ہو گئے، ہاں مگر اسلام ان سب کو جامع ہے اور ان سب پر مشتمل ہے) (۴)

مذکورہ بالا عبارت اور اسید صاحب کے ترجمہ سے جو مفہوم ابھر کر سامنے آتا ہے وہ زیادہ سے زیادہ صرف اتنا ہے کہ مسلمانوں کے آپسی اختلافات اتنا بڑھ گئے کہ وہ چند فرقوں میں تقسیم ہو گئے، اور ایک دوسرے کی تضلیل کرنے کے بعد اظہار براءت بھی کرنے لگے، مگر ان سب کے باوجود بھی اسلام سے خارج نہ ہوئے بلکہ وہ مسلمانوں کی جماعت میں شامل ہی رہے۔

کتب مذہب پر معمولی سے معمولی نگاہ رکھنے والا بھی بخوبی جانتا ہے کہ اہلسنت و جماعت کے دونوں طبقے اشعری و ماتریدی امام کے اس قول پر آج تک متفق ہیں، کسی نے یک سرمو بھی انحراف نہیں کیا، اہل سنت کا موقف اس سلسلہ میں نہایت واضح ہے کہ گمراہ فرقہ یا فرد سے براءت تو ظاہر کی جائے گی، لیکن اسے احکام مسلمین سے خارج نہیں کیا جائے گا، اس کی وراثت اور تجہیز و تکفین حکم شرع کے مطابق ہی نافذ ہوگی اور اسے مسلمانوں ہی کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا۔ اسید صاحب لکھتے ہیں:

(اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ امام اشعری ان فرقوں کو اسلام سے خارج نہیں مانتے بلکہ ان کی گمراہی کے باوجود ان سب فرقوں کو اسلام میں شامل ہی تسلیم کرتے ہیں) (۵)

اس توضیح میں اگر اسید میاں نے "ان فرقوں کو اسلام سے خارج نہیں مانتے" سے فرق ضالہ مراد لیا ہے تو یہ توضیح بالکل درست ہے جو امام اشعری کی عبارت سے ظاہر و باہر ہے کہ گمراہ فرقے ہرگز اسلام سے خارج و کافر نہیں جب تک کہ وہ ضروریات دین کا انکار نہ کریں، اور یہی تمام اہلسنت و جماعت کا مذہب مہذب بھی ہے، لیکن اگر اس سے مراد وہ تمام فرق ہیں جو "مقالات الاسلامیین" میں بیان کئے گئے ہیں تو ہرگز یہ قول درست نہیں، جیسا کہ اس کی وضاحت عنقریب ہی آرہی ہے۔

اس توضیح کے بعد اسید میاں نے امام اشعری کی عبارت اور ان کی کتاب کے نام سے جو کچھ استدلال کیا ہے وہ ان کی اپنی ذاتی رائے ہے، جو درحقیقت صلح کلیت کی آئینہ دار و فروغ دہندہ ہے۔ حاشاللہ۔ امام اشعری اپنی اس تحریر میں اسیدی اتہام سے بری ہیں۔ ملاحظہ کیجئے اسید صاحب کا تہمت بھرا استدلال:

(امام اشعری کا یہ موقف ان کی کتاب کے نام سے بھی ظاہر ہے، انھوں نے اپنی کتاب کا نام "مقالات الاسلامیین" رکھا ہے، یعنی: اہل اسلام کے مقالات، اور پھر اس کتاب میں خوارج، روافض اور معتزلہ وغیرہ گمراہ فرقوں کے عقائد و مقالات ذکر فرمائے، اگر ان فرقوں کو وہ اسلام سے خارج سمجھتے تو کتاب کا نام "مقالات الاسلامیین" نہ ہو کر "مقالات المرتدین" ہونا چاہئے تھا) (۶)

اسید کی بدمذہبیت نوازی یا لفظ ’’اسلامی‘‘ کے معنی سے بے خبری

امام اشعری کی کتاب کے نام سے اسید میاں کا مذکورہ استدلال ان کی بدمذہبیت نوازی اور صلح کلیت پروری، یا از ہر جا کر بھی زبان وادب سے تہی دامانی وبیچارگی پر مبنی ہے، اگر از ہر جا کر بھی کچھ نہ سیکھ پائے تھے، تو کیا استاذ مطلق امام علم وفن حضرت خواجہ صاحب قبلہ-ادام الله صحته وبقاء ہ-اوران کے شاگردوں کے رٹائے ہوئے سبق بھی بھول گئے؟ اور کافیہ بردوش علماء (۷) سے بھی کمتر وکہتر ہوگئے؟ آپ کو لفظ ’’اسلامی‘‘ کی وسعت معنوی سمجھ میں نہ آئی اور شہرت ومقبولیت کی ہوس میں فقہ وکلام کے میدان میں کود گئے؟ سبقاً، سبقاً پڑھ کر بھی شرح عقائد نظروں سے اوجھل ہوگئی؟ اگر حق پسندی وحق نگری کی توانائی سلب نہیں ہوئی ہے تو پھر سے دار العلوم نور الحق کی نورانیت سے دل معمور کیجئے، اور اللہ سے توبہ کر کے کافیہ بردوش علماء کا احترام سیکھ لیجئے، اور شرح عقائد اور اس کے حواشی وشروح کا مطالعہ کیجئے، نبراس میں صاف، صاف لکھا پائیں گے: (’’ومعظم خلافیاته مع الفرق الاسلامية‘‘ كالرو ا فض والخوارج والمعتزلة ....وتسميتهم بالاسلامية علىٰ قول من لايكفرهم ظاهر، واماعلىٰ غيره فلانهم ينتسبون الىٰ الاسلام ، اولان اكثر هم لايكفر) (۸)

یعنی: روافض وخوارج اور معتزلہ کو اسلامی فرقہ کہنا ان کے نزدیک جو ان فرقوں کی تکفیر نہیں کرتے ظاہر وبدیہی ہے، البتہ ان کے علاوہ جو ان فرقوں کی تکفیر کرتے ہیں اور انھیں کافر مانتے ہیں ان کے نزدیک انھیں اسلامی فرقہ کہنا اس لئے ہے کہ یہ فرقے خود کو اسلام کی طرف منسوب کرتے ہیں، یا اس وجہ سے کہ اکثر ان کی تکفیر نہیں کرتے۔

صاحب نبراس کی اس توضیح وتشریح کے بعد یہ بات بالکل صاف ہوگئی کہ اسلامی کا لفظ اہل اسلام کے معنی میں متعین وخاص نہیں بلکہ کبھی اس لفظ سے اہل اسلام مراد ہوتے ہیں تو کبھی اس کا اطلاق ان لوگوں پر بھی ہوتا ہے جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں، حالانکہ اہل حق کے نزدیک وہ اہل اسلام ومسلمان نہیں ہوتے۔

امام قاضی ابوبکر باقلانی متوفی ۴۰۳ھ فرماتے ہیں:

(ويجب ان يعلم : أن كل ايمان اسلام وليس كل اسلام ايماناً، لان معنى الاسلام الانقياد ، ومعنى الايمان التصديق، ويستحيل ان يكون مصدق غير منقاد، ولايستحيل أن يكون منقادغيرمصدق، وهٰذاكمايقال : كل نبى صالح ، وليس كل صالح نبيا.

ويدل علىٰ صحة هٰذه الجملة قوله تعالىٰ : (قالت الاعراب آمناقل لم تؤ منواولٰكن قولواأسلمنا) فنفى عنهم الايمان وأثبت أن ذلک منهم اسلام ولاايمان . وايضا: قوله تعالىٰ: (يمنون عليک أن أسلمواقل لاتمنواعلى اسلامكم بل الله يمن عليكم أن هداكم للايمان ان كنتم صادقين) فغايربين الاسلام والايمان .

ويدل علىٰ صحة هٰذاالقول ايضاأ ن الرسول عليه السلام فرق هووجبريل بين الاسلام والايمان ، حين سأله ، فقال له ماالايمان؟ فقال ﷺ : أن تؤمن بالله وملائكته وكتبه ورسله واليوم الآخروالقدرخيره وشره حلوه ومره فقال جبريل عليه السلام : صدقت. والمراد بجميع ذلک آن: تصدق بالله ورسوله ، الىٰ آخرماذكر، ثم قال له، فماالاسلام؟ فقال: أن تشهد ان لااله الا الله وانى رسول الله، وان تقيم الصلوٰة وتؤتى الزكاة وتصوم رمضان و تحج البيت وتغتسل من الجنابةوهٰذاواضح فى كونهاغيرين ، وأن محل الايمان القلب ، وهوالتصديق ومحل الاسلام الجوارح) (۹)

یعنی یہ جاننا ضروری ہے کہ ہر ایمان اسلام ہے اور بعض اسلام ایمان نہیں ہے، اس لئے کہ اسلام کا معنی انقیاد وتابعداری ہے اور ایمان کا معنی تصدیق ہے، اور تصدیق کنندہ کا غیر تابعدار ہونا محال ہے اور تابعدار کا غیر تصدیق کنندہ ہونا محال نہیں ہے، اور یہ ایسے ہی ہے جیسے کہ کہا جائے: ہر نبی صالح ونیک ہے اور بعض نیک وصالح نبی نہیں۔

اس (مذکورہ بالا) قول کی صحت پر دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

(قالت الاعراب آمناقل لم تؤمنوا ولكن قولوا اسلمنا) قرآن نے ان (اعراب) سے ایمان کی نفی کی اور یہ ثابت کیا کہ ان کی جانب سے اسلام ہے ایمان نہیں ہے، اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی دلیل ہے: **(یمنون علیک أن اسلموا قل لاتمنوا علی اسلامکم بل اللہ یمن علیکم أن ھداکم للایمان ان کنتم صادقین)** قرآن نے ایمان و اسلام کے درمیان مغایرت بیان کر دی۔

اور اس قول کی درستگی پر یہ بھی دلالت کرتا ہے کہ رسول علیہ السلام اور جبریل نے اسلام و ایمان کے درمیان اس وقت فرق کیا جب کہ جبریل نے حضور سے پوچھا کہ ایمان کیا ہے؟ تو حضور ﷺ نے فرمایا: یہ کہ تم اللہ اور اس کے ملائکہ اور اس کی کتاب اور اس کے رسولوں اور یوم آخر اور اچھی و بری، میٹھی و کڑوی تقدیر پر ایمان لاؤ، (اس پر) جبریل علیہ السلام نے فرمایا: آپ نے سچ فرمایا۔ اور ان تمام باتوں سے مراد یہ ہے کہ: اللہ اور اس کے رسول اور تمام مذکورہ (باتوں) کی تصدیق کرو، پھر جبریل نے عرض کیا: اسلام کیا ہے؟ فرمایا: گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں، اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور رمضان کے روزے رکھو اور بیت اللہ شریف کا حج کرو، اور ناپاکی جنابت سے غسل کرو، اور یہ (حدیث) دونوں کے متغایر ہونے میں واضح ہے، اور یہ کہ محل ایمان دل ہے اور یہ تصدیق ہے اور اسلام کہ جگہ اعضاء و جوارح ہیں۔

امام الحرمین ابو المعالی الجوینی متوفی ۴۷۸ھ اپنی کتاب **" النظامیة فی الارکان الاسلامیة''** میں فرماتے ہیں:

"قدیطلق الاسلام والمراد به الایمان ، وقد یطلق والمراد به الایمان والاستسلام ظاهرا من غیر اضمار حقیقة الایمان''(۱۰)

یعنی: کبھی اسلام بولا جاتا ہے اور اس سے ایمان مراد ہوتا ہے اور کبھی اسلام بولا جاتا ہے اور اس سے حقیقت ایمان کے مضمر ہوئے بغیر ظاہری ایمان و خود سپردگی مراد ہوتا ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ''ایمان واسلام'' کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اور اس میں تین بحثیں ہیں: ایک ان لفظوں کے لغوی معنی کے بارے میں، اور دوسری شرعی اطلاقات میں ان کے معنی مراد کے بارے میں، اور تیسری دنیا و آخرت میں ان سے متعلق حکم کے بارے میں۔

پہلی بحث: لغوی معنی کے بارے میں:

حقیقت میں ایمان تصدیق کا نام ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **''وما انت بمؤمن لنا''** یعنی: (تم ہماری) تصدیق کرنے والے (نہیں)، اور اسلام نام ہے اذعان وانقیاد کے ساتھ تسلیم و استسلام کا، اور تمرد و غرور اور عناد کے چھوڑ دینے کا، تصدیق کا ایک خاص محل ہے اور وہ قلب ہے اور زبان ترجمان ہے۔

رہی بات تسلیم کی تو یہ قلب و زبان اور اعضاء و جوارح سب کو عام ہے، اس لئے کہ ہر تصدیق قلبی تسلیم ہے اور غرور و انکار کو ترک کرنا ہے اور اسی طرح زبان سے اعتراف کرنا اور اسی طرح اعضاء و جوارح سے اطاعت و فرمانبرداری کرنا، لہٰذا موجب لغوی کے اعتبار سے اسلام عام ہے اور ایمان خاص ہے، تو گویا کہ اسلام کے سب سے اہم جزء کا نام ایمان ہے۔

لہٰذا ہر تصدیق تسلیم ہے اور بعض تسلیم تصدیق نہیں''(۱۱)

امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تشریح مذکور کے مطابق ''ایمان و اسلام'' کے درمیان عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہے، اس لئے ان کے درمیان ایک مادۂ افتراق ضرور پایا جائے گا جہاں اسلام ایمان سے جدا ہوتا ہوا نظر آئے گا، اب میں یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ اسید میاں ازہر جا کر ہندوستان میں پڑھے ہوئے سارے اسباق ایسا بھول بیٹھے ہیں کہ انھیں دو کلیوں کے درمیان نسبت متعین کر دینے کے بعد بھی مادۂ اجتماع و افتراق سمجھنے میں دشواری ہوگی، بلکہ مجھے یقین ہے کہ جناب عالی لفظ ''اسلامی'' کو ''اہل اسلام'' بمعنی مومن ماننے کی جہالت فاحشہ پر ضرور نادم و شرمندہ ہو کر تائب ہوں گے۔

امام غزالی رحمہ اللہ ایمان و اسلام کی لغوی تشریح کے بعد ان کے شرعی اطلاق پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''**بحث ثانی**: اطلاق شرعی کے بارے میں:

اس سلسلہ میں حق یہ ہے کہ ان کے استعمال میں شریعت ترادف وتوارد اور اختلاف وتداخل کے طور پر وارد ہوئی ہے)(۱۲)

ترادف وتداخل مبحث سے متعلق نہیں ہیں اس لئے ان سے صرف نظر کرتے ہوئے صرف اختلاف کی صورت بیان کرنے پر اکتفاء کیا جارہا ہے، امام غزالی فرماتے ہیں:

''رہی بات اختلاف کی تو یہ اللہ تعالیٰ کا فرمان: **(قالت الاعراب آمنا قل لم تؤمنوا ولکن قولوا اسلمنا)** ہے، جس کا معنی **استسلمنا فی الظاهر** ہے (یعنی: ہم نے بظاہر قبول کیا)، یہاں ایمان سے صرف تصدیق قلبی مراد ہے، اور اسلام سے ظاہری طور پر زبان اور اعضاء وجوارح سے قبول کرنا مراد ہے۔

اور حضرت جبریل علیہ السلام کی حدیث میں ہے کہ جب انھوں نے ایمان کے بارے میں پوچھا تو حضور ﷺ نے فرمایا: **''ان تؤمن بالله وملائكته وكتبه ورسله واليوم الآخر وبالبعث بعد الموت والحساب وبالقدر خيره وشره''** پھر پوچھا کہ اسلام کیا ہے؟ **''فاجاب بذكر الخصال الخمس''** تو جواب میں خصائل خمسہ ذکر فرمایا، پس حضور ﷺ نے قول وعمل کے ذریعہ ظاہری قبولیت کو ''اسلام'' سے تعبیر فرمایا''(۱۳)

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے ایمان واسلام کے شرعی اطلاقات کے فرق کو بیان کرنے کے بعد ان کے استعمال پر بحث کرتے ہوئے تحریر فرمایا:

''اور ان دونوں (ایمان واسلام) کا اختلاف وتداخل اور ترادف کے طور پر استعمال لغت کے مجازی طریقہ سے خارج نہیں۔

رہی بات اختلاف کی تو وہ یہ ہے کہ ایمان صرف تصدیق قلبی کا نام ہو، اور یہ لغت کے موافق ہے، اور اسلام ظاہری خودسپردگی وتسلیم کا نام ہو، اور یہ بھی لغت کے موافق ہے، اس لئے کہ بعض محال تسلیم کے تسلیم پر بھی اسم تسلیم کا اطلاق ہوتا ہے، کیونکہ حصول اسم کی شرط یہ نہیں ہے کہ معنی کا عموم اس پورے محل کو شامل ہو جس میں معنی پایا جاتا ہے اس لئے کہ جس کسی نے دوسرے کے بعض جسم کو چھوا اسے لامس کہا جاتا ہے اگرچہ اس نے پورے بدن سے لمس نہیں کیا ہے، اس لئے لفظ اسلام کا اطلاق تسلیم ظاہری پر باطنی تسلیم کے بغیر زبان ولغت کے

موافق ہے، اور اسی صورت پر اللہ تعالیٰ کا فرمان: **(قالت الاعراب آمنا قل لم تؤمنوا ولکن قولوا اسلمنا)** جاری وساری ہے''(۱۳)

علامہ عبدالکریم شہرستانی - متوفی ۵۴۸ھ - **''الملل والنحل''** میں فرماتے ہیں:

''والاسلام قد يرد بمعنى الاستسلام ظاهرا، ويشترك فيه المؤمن والمنافق، قال الله تعالىٰ: (قالت الاعراب آمنا قل لم تؤمنوا ولكن قولوا اسلمنا) ففرق التنزيل بينهما''(۱۵)

اور اسلام کبھی ظاہری خودسپردگی کے معنی میں وارد ہوتا ہے، اور اس میں مومن ومنافق دونوں سہیم وشریک ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اعراب نے کہا ہم ایمان لائے، کہہ دیجئے کہ تم لوگ ایمان نہیں لائے، بلکہ کہو ہم اسلام لائے'' اس طرح قرآن منزل نے ان دونوں (اسلام وایمان) کے درمیان تفریق کردی۔

اسلام وایمان اور احسان پر تھوڑی گفتگو کر کے فرماتے ہیں:

''فكان الاسلام: مبدأ، والايمان: وسطا، والاحسان: كمالا. وعلىٰ هٰذا شمل لفظ ''المسلمين'' ''الناجي والهالك''(۱۶)

اسلام مبدا ہے، اور ایمان وسط ہے، اور احسان کمال ہے، اور اسی بنیاد پر لفظ ''مسلمین'' ناجی وہالک دونوں کو شامل ہے۔

اسلام کے معنی ومراد پر روشنی ڈالتے ہوئے چند سطروں کے بعد لکھتے ہیں:

''قد يرد الاسلام وقرينه الاحسان، قال الله تعالىٰ: (بلى من اسلم وجهه لله وهو محسن) يحمل قوله تعالىٰ: (ورضيت لكم الاسلام ديناً)، وقوله: (ان الدين عند الله الاسلام) وقوله: ''اذ قال له ربه اسلم، قال اسلمت لرب العٰلمين'' وقوله: ''فلا تموتن الا وانتم مسلمون'' وعلىٰ هٰذا خص الاسلام بالفرقة الناجية. والله اعلم''(۱۷)

یعنی: کبھی اسلام احسان وکمال ایمان کا قرین بنکر وارد ہوتا ہے، جیسے: **''بلى من اسلم وجهه لله وهو محسن''** اور کبھی فرقہ ناجیہ کے ساتھ مخصوص ہوکر وارد ہوتا ہے، جیسے:

"فلاتموتن الا وانتم مسلمون"

علامہ شہرستانی کی تشریحات کا نچوڑ یہ ہے کہ لفظ "اسلام" کا اطلاق صاحب ایمان مسلم کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ موقع استعمال کے اعتبار سے مومن ومنافق دونوں میں سے کوئی بھی مراد لیا جاسکتا ہے۔

علامہ احمد زینی دحلان مکی فرماتے ہیں:

"واما الاسلام شرعاً فهو الانقياد بالافعال الظاهرة الشرعية ويدل لهٰذا قوله ﷺ: الاسلام علانية والايمان فى القلب ، فقد يجتمعان فى المصدق بقلبه المقر بالشهادتين، وينفرد الاسلام عن الايمان فى المنافق الذى ينطق بالشهادتين وينقاد لاحكام الاسلام ظاهرا وهو مكذب غير مصدق"(۱۸)

اور اسلام شرعی ظاہری اعمال شرعیہ کی پیروی کرنا ہے جس پر حضور ﷺ کا یہ فرمان دلیل ہے کہ:

"اسلام اعلان واظہار ہے اور ایمان دل میں ہے" لہٰذا اسلام وایمان دل سے تصدیق کرنے والے اور زبان سے شہادتین کے اقرار کرنے والے میں یکجا ہوجاتے ہیں، اور اسلام ایمان سے اس منافق شخص میں منفرد وتنہا ہوجاتا ہے جو زبان سے شہادتین کہتا ہے اور ظاہر میں احکام اسلام کی پیروی کرتا ہے حالانکہ وہ جھٹلانے والا تصدیق نہ کرنے والا ہے۔

علامہ کی اس توضیح سے بھی بالکل صاف واضح ہے کہ "اسلام" اہل اسلام وایمان کے معنی میں متعین نہیں بلکہ ان دونوں کے درمیان عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے۔ اسلام عام اور ایمان خاص ہے۔

شیخ سالم شافعی اشعری حیدرآبادی اپنی کتاب **"الدر الثمين فى اصول الشريعة و فروع الدين"** میں فرماتے ہیں:

الاسلام "هو لغة الانقياد سواء كان للاحكام الشرعية اولغيرها، وشرعاً الانقياد بالظاهر للاحكام الشرعية"(۱۹)

یعنی: اسلام لغت میں "پیروی" ہے خواہ احکام شرعیہ کی ہو یا اس کے علاوہ کی، اور شریعت میں: احکام شرعیہ کی ظاہری پیروی کرنا۔

ان متذکرہ بالا علماء کرام وائمہ عظام کی تشریحات ببانگ دہل اعلان کررہی ہیں کہ لفظ "اسلام" کا اطلاق "اہل اسلام" بمعنی "صاحب ایمان" کے ساتھ خاص نہیں بلکہ سیاق و سباق اور قرینہ وغیرہ کے مطابق کبھی "اسلام" و "مسلم" بول کر مومن مراد ہوتا ہے اور کبھی اسلام ظاہر کرنے والا مراد ہوتا ہے جو درحقیقت مومن نہیں ہوتا۔

گزشتہ ساری گفتگو "ایمان" و "اسلام" سے متعلق تھی، امام اشعری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی کتاب کے نام میں لفظ "اسلام" و "مسلم" نہیں استعمال فرمایا ہے، بلکہ لفظ "اسلام" کا اسم منسوب "اسلامی" استعمال فرمایا ہے اور اپنی کتاب کا نام "مقالات الاسلامیین" رکھا ہے، اور اس کتاب میں گمراہ فرقوں کے ساتھ مرتد فرقوں کو بھی بیان فرمایا ہے- جیسا کہ ہم ابھی چند صفحات بعد ذکر کریں گے- ان دونوں طرح کے فرقوں کا بیان اس بات پر واضح قرینہ ہے کہ یہاں "اسلامی" سے مسلمانوں کا گروہ نہیں بلکہ **"الذين ينتسبون الى الاسلام"** مراد ہے۔

یعنی: جو لوگ خود کو اسلام کی طرف منسوب کرتے ہوں خواہ وہ مسلمان ہوں یا نہ ہوں۔

اسید میاں! اب آپ خود فیصلہ کیجئے کہ "مقالات الاسلامیین" کا مفہوم ومعنی لفظ "یعنی" سے "اہل اسلام کے مقالات" بتانا اور خوارج وروافض اور معتزلہ وغیرہ کو علی الاطلاق امام اشعری کے نزدیک مسلمان ہونے پر استدلال کرنا کتنی بڑی جرأت وجہالت ہے؟ یہ فرقے امام اشعری کے نزدیک کیا حکم رکھتے ہیں؟ اس کی توضیح تو ہم چند صفحات بعد پیش کریں گے، لیکن آپ کی تحریر کے گزشتہ حصہ، یعنی موقف میں بیان کردہ حکم کو اس تحریر سے ملائیں، تو یقیناً آپ کا نظریہ واضح ہے کہ آپ ان فرق باطلہ خوارج وروافض وغیرہ کو مطلقاً اہل اسلام و صاحب ایمان مانتے ہیں- والعیاذ باللہ-

اسید میاں کا اہل سنت اور اپنے اجداد کے مسلک سے انحراف

روافض وغیرہ کو مسلمان مان کر شیخ بدایونی نے کتنا بڑا تحقیقی کارنامہ انجام دیا ہے؟ خود انھیں کے جد کریم حضرت تاج الفحول محبّ رسول مولانا عبدالقادر بدایونی علیہ الرحمہ کی رشحات قلم سے جاری کلمات میں ملاحظہ فرمائیے، تاج الفحول فرماتے ہیں:

(جن علماء کے نزدیک خوارج کافر ہیں ان کے نزدیک رافضی تبرائی بھی کافر ہیں اور اسی پر فتویٰ ہے متأخرین محققین کا)(۲۰) بحرالعلوم فرنگی محلی نے بھی امام مالک اور متأخرین مشائخ سے روافض کی تکفیر نقل فرمائی۔(۲۱)

جناب شیخ! راہ فرار اختیار کرنے کی نہ سوچئے، آیئے دوسرے جد سیف اللہ المسلول حضرت علامہ فضل رسول علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں حاضری دیجئے "معتقد" کے ساتھ اس کا حاشیہ "معتمد" بھی خواہی نخواہی پڑھنے کی ہمت کیجئے:

(ومنهم الرافضة الموجودون الآن فى بلادنا، قدكان كثيرمن قدماء الروا فض يصرحون بانكاراشياء من ضروريات الدين، فلماأقام علماء اهل السنة عليهم الطامة الكبرىٰ وجاء اوساطهم كالطوسى والحلى ونظرائهما فغيروا ،وبدلوا، وانكرواوحولوا، وتستروا، وتنزلوافى دائرة الاسلام دخلوا، ثم لماتمادى بهم الزمان رجعواالى دين آبائهم ، وصرحت مجتهدوهم، وجهالهم، ونسائهم، ورجالهم بنقص القرآن العزيز وان الصحابة اسقطوامنه سو را وآيات ، وصرحوابتفضيل اميرالمؤمنين سيدناعلى كرم الله تعالىٰ وجهه الكريم وسائرالائمة الاطهاررضى الله تعالى عنهم على الانبياء السابقين جميعاً، صلوات الله وسلامه عليهم وهٰذان كفران لاتجدن احدامنهم خاليا عنهمافى هٰذاالزمان والله المستعان)(۲۲)

یعنی: اور انھیں فرق مبتدعہ مکفرہ میں سے اس دور کے موجودہ روافض ہیں، جو ہمارے ملک میں پائے جاتے ہیں، بیشتر قدیم روافض ضروریات دین میں سے بہت سی چیزوں کا صراحتاً

انکار کرتے تھے لیکن جب علماء اہل سنت نے ان لوگوں پر قیامت برپا کردی، تو طوسی وحلی اور ان جیسے درمیانی عہد کے لوگوں نے الٹ پھیر کی، اور ردو بدل کیا، اور انکار و روگردانی اور پردہ پوشی کی اور تنزل پیش کیا، جس سے دائرۂ اسلام میں داخل ہوگئے، پھر جب ان پر ایک عرصہ گزرا، تو یہ لوگ اپنے آباء واجداد کے دین کی طرف لوٹ گئے، اور ان کے مجتہدوں، جاہلوں، اور عورتوں، مردوں نے قرآن عزیز کے ناقص ہونے کی صراحت کردی، اور یہ کہ صحابہ نے قرآن کریم سے سورتیں اور آیتیں ساقط کردی ہیں، اور انھوں نے امیر المؤمنین سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم اور تمام ائمہ اطہار رضی اللہ عنہم کو سارے انبیاء سابقین صلوات اللہ وسلامہ علیہم سے افضل ہونے کی صراحت کی، اور یہ دونوں کفر ایسے ہیں کہ آپ دور حاضر میں کسی رافضی کو ہرگز اس سے خالی نہ پائیں گے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان "فتاوی رضویہ" میں رقم طراز ہیں:

(اگر رافضی ضروریات دین کا منکر ہے، مثلاً: قرآن عظیم میں کچھ سورتیں یا آیتیں یا کوئی حرف امیر المؤمنین عثمان ذی النورین غنی رضی اللہ عنہ یا صحابہ خواہ کسی شخص کا گھٹایا ہوا مانتا ہے یا مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم خواہ دیگر ائمہ اطہار کو انبیاء سابقین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم میں سے کسی سے افضل جانتا ہے، اور آج کل یہاں کے رافضی تبرائی عموماً ایسے ہی ہیں، ان میں شاید ایک شخص بھی ایسا نہ نکلے جو ان عقائد کفریہ کا معتقد نہ ہو جب تو وہ کافر و مرتد ہے..........
اور اگر ضروریات دین کا منکر نہیں مگر تبرائی ہے تو جمہور ائمہ وفقہائے عظام کے نزدیک اس کا بھی وہی حکم ہے، **كمافى الخلاصةوفتح القدير وتنويرالابصاروالدر المختار والهدايه وغيرهاعامة الاسفار**)(۲۳)

نیز فرمایا:

(آج کل رافضی تبرائی عموماً مرتدین ہیں **كماحققناه فى "ردالرفضة"** اور بحکم فقہائے کرام تو نفس تبرا کفر ہے **كمافى الخلاصةوفتح القديروغيرهاكتب كثيرة**)(۲۴)

آیئے! اب خلفائے مارہرہ مطہرہ کے بعد سرکار مارہرہ کی بارگاہ عالیجاہ میں حاضری دیجئے

اور دیکھئے وہ کیا فرماتے ہیں؟ حضور احسن العلماء کے جد کریم حضرت علامہ شاہ حسین حیدر حسینی مارہروی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

(روافض کے عقائد ونظریات میں تبدیلی اور انقلاب آفتاب سے زیادہ روشن ہے، ان کے متقدمین تحریف قرآن کے صراحۃً قائل تھے، اور دوسرے عقائد کفریہ بھی رکھتے تھے مگر ان کے متوسطین علماء نے اپنے عقائد میں قدرے اصلاح کی چنانچہ ابن بابویہ نے تحریف قرآن کا انکار کیا، اور نصیر الدین طوسی نے خلفاء ثلاثہ کی تکفیر سے براءت ظاہر کی، علیٰ ھٰذا القیاس دوسرے مسائل میں بھی بہت سے شیعہ علماء نے تنزل سے کام لیا، یہاں تک کہ بعض نے کہا کہ وہ صرف مسئلہ تفضیل میں اختلاف رکھتے ہیں باقی کسی اور مسئلہ میں نہیں، لہٰذا ہندوستان میں جب مذہب روافض آیا تو یہ وہی متوسطین علماء کا زمانہ تھا، اور چونکہ ان کے عقائد کفریہ نہیں تھے، لہٰذا اس زمانے میں ان سے نکاح وغیرہ بھی حرام نہیں تھا، اسی وجہ سے گزشتہ زمانے میں ان سے رشتہ داری قائم ہونے اور نکاح وغیرہ کئے جانے کا معاملہ پیش آیا، حالانکہ بعد کے روافض جیسے آج کل کے مجتہدین وغیرہ نے پھر ان قدیم عقائد کفریہ کو معتبر ماننا شروع کر دیا اور اپنے متوسطین علماء مثلاً ابن بابویہ اور نصیر الدین طوسی وغیرہ کی تحقیقات کو غلط بتانا شروع کر دیا)(۲۵)

حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"روافض زمانہ کہ معاذ اللہ سب شیخین کرتے اور قرآن مجید کو ناقص بتاتے، اور ائمہ کرام کو انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام پر فضیلت دیتے یا علی الاقل ایسوں کو مقتدی و پیشوا مانتے ہیں یا مسلمان ہی جانتے ہیں باجماع کافر مرتد ہیں)(۲۶)

حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں:

"شیعہ مسلمان ہی نہیں ہیں، .... یہ لوگ اسلام سے خارج ہیں، اور غیر مسلم کو نہ صدقہ نفلی نہ نیاز جائز ہے)(۲۷) ملخصاً

ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

"تبرائی شیعہ کے عقائد سراسر اسلام کے خلاف ہیں، اور وہ شرعاً اسلام سے خارج ہیں ۔تبرائی شیعہ اور یہی لوگ لفظ شیعہ سے معروف ہیں جب مطلقاً لفظ شیعہ بولا جائے تو یہی

لوگ مراد ہوتے ہیں"(۲۸)

اجمل العلماء مفتی محمد اجمل صاحب قبلہ سنبھلی فرماتے ہیں:

"آج کل عام طور پر روافض ضروریات دین کے منکر ہیں..................عام طور پر روافض منکرین ضروریات دین اور خارج عن الاسلام مرتدین ہیں"(۲۹)

حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"قادیانی، رافضی، دیوبندی، نیچری کافر و مرتد ہیں"(۳۰)

مذکورہ اقوال کی روشنی میں آپ غور فرمائیں، اور میرے ان سوالوں کا جواب سوچنے کے بعد بتائیں کہ تاج الفحول اور اعلیٰ حضرت، سرکار مارہرہ اور صدر الشریعہ، صدر الافاضل اور اجمل العلماء اور حافظ ملت کیا فرماتے ہیں؟ اور جناب شیخ بدایونی کیا کہتے ہیں؟ اہلسنت و جماعت کے اکابر دور حاضر کے روافض کو کافر و مرتد مانیں، اور یہ انھیں جماعت مسلمین میں شامل جانیں، بحر العلوم اور تاج الفحول تبرائی رافضی کی تکفیر متأخرین محققین کا مفتی بہ قول قرار دیں، اور یہ جناب پھر بھی انھیں گمراہ مسلمان بتائیں، اور اس پر غرہ یہ کہ اپنی بات جمہور اشاعرہ و ماتریدیہ کا موقف ٹھہرائیں،، بحر العلوم، تاج الفحول، اعلیٰ حضرت اور سرکار مارہرہ جن معتقدات کو کفر صریح بتا کر عہد حاضر کے روافض کو اس میں قطعاً گرفتار بتائیں، یہ اسی جماعت روافض کو پروانۂ نجات سنائیں، پھر بھی سنیت کے علمبردار اور شیخ طریقت کہلائیں؟ - للہ - انصاف کیجئے حق کس کے ساتھ ہے؟ بحر العلوم، اعلیٰ حضرت، سرکار مارہرہ، صدر الشریعہ، صدر الافاضل، اجمل العلماء اور حافظ ملت کے ساتھ یا "تحقیق" کے نام پر "تلبیس" سے کام لینے والے "خود ساختہ" شیخ کے ساتھ؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ یہ واقعی "فسید الحق" ہی ہوگئے ہیں؟

اذا کان الغراب دلیل قوم ☆ سیھدیھم طریق الھالکین

اور اگر ایسا ہی ہے، تو پھر جناب شیخ کا شرعی حکم کیا ہوگا؟

ابھی ابھی آپ نے ان رافضیوں کو مسلمان جاننے والے کا شرعی حکم حضور صدر الشریعہ کی مبارک تحریر میں پڑھ لیا ہے اور اب شیر بیشۂ اہل سنت ابو الفتح عبید الرضا محمد حشمت علی خان صاحب قبلہ کا فیصلہ ملاحظہ کیجئے، فرماتے ہیں:

’’قرآن کوناقص ماننے والے رافضہ کومسلمان کہنے والاشرعاً خود کافر و مرتد ہے‘‘[۳۱]

اسید میاں نے یہ مقالہ عہد حاضر میں بزبان اردو لکھا ہے اور اس دور میں جو فرقہ بھی اپنے قدیم نام سے جانا پہچانا جاتا ہے، اگر اس فرقہ کے نام و تعین کے ساتھ صراحۃً کوئی حکم بلا شرط و قید لگایا جاتا ہے تو وہ دور حاضر میں اس زبان کے بولنے والے فرقہ پر بھی عائد ہوگا۔

مذکورہ حوالوں کی روشنی میں میاں اسید نے ان بہتر فرقوں کو ضال مضل کہتے ہوئے بہر حال انھیں مسلمانوں کی جماعت میں شامل مانا ہے اور اس کے بعد امام اشعری کی کسی عبارت کا ترجمہ نہیں بلکہ ان کی کتاب کے نام سے خود استدلال کرتے ہوئے خصوصیت کے ساتھ خوارج و روافض اور معتزلہ کو انھیں بہتر فرقوں میں شمار کرتے ہوئے امام اشعری کی جانب منسوب کیا ہے، اور پھر یہ بھی کہہ دیا کہ اگر یہ مرتد ہوتے تو کتاب کا نام ’’مقالات الاسلامیین‘‘ نہ ہوکر ’’مقالات المرتدین‘‘ ہونا چاہیئے تھا، یعنی: یہ مذکورہ فرقے مرتدین کے گروہ سے نہیں ہیں، لہٰذا ان تصریحات کی روشنی میں دور حاضر کے روافض کو انھوں نے مرتد تسلیم نہیں کیا ہے، خود امام اشعری کا موقف ان کی کتاب میں جو کچھ بھی ہو وہ ان کے اپنے زمانہ کے روافض کے لئے ہوگا، اگر اس دور میں اس کی تشریح کی جائے گی تو اس صراحت کے ساتھ کہ روافض کے اوائل و متوسطین اور متأخرین تینوں کے احکام جداگانہ ہیں، جیسا کہ اعلیٰ حضرت اور سرکار مارہرہ کے بیانات میں تفصیل سے گزرا، یا اس طرح سے بیان ہوگا جس طرح تاج الفحول نے ’’رد روافض‘‘ کے پہلے استفتاء کے جواب میں شرط و قید کے ساتھ حکم صادر فرمایا ہے، لہٰذا یہ کہنا کہ اسید میاں نے خود روافض کے لئے کوئی حکم جاری نہیں کیا ہے بلکہ انھوں نے امام اشعری کے موقف کا اظہار کیا ہے، قطعی معتبر و مفید نہیں، اور اگر یہ تسلیم بھی کرلیا جائے کہ انھوں نے امام اشعری کے موقف کا اظہار کیا ہے تو بھی راہ نجات و فرار میسر نہ آئے گی، کیونکہ پھر یہ پوچھا جائے گا کہ اس موقف کا اظہار کس مقصد سے کیا گیا؟ تو لازماً یہ کہنا ہی پڑے گا کہ اپنے موقف کی تائید و توثیق کے لئے، اور آپ کا موقف یہی تھا کہ سارے فرق ضالہ مسلمان ہیں اور چونکہ روافض انھیں فرقوں میں سے ہیں اس لئے ان کا حکم بھی وہی ہوگا جو سارے فرق ضالہ کا ہے کہ روافض کا حکم مسلمان فاسقوں کی طرح ہے، اور اس طرح آپ کا یہ نظریہ آپ کے اجداد و پیران عظام، اکابر اہلسنت و اعلیٰ حضرت اور مشائخ ملت کے مفتی بہ قول سے متصادم ہے۔

عاصم دانستہ خطاؤں کے عازم

بعید از قیاس نہیں کہ قاری کو یہ گمان ہو کہ اسید صاحب نے تاج الفحول واعلیٰ حضرت اور سرکار مارہرہ کی مذکورہ عبارتیں نہ دیکھی ہوں اور متقدمین کی مطولات اور علم کلام کی پیچیدہ عبارات میں اپنی علمی بے مائگی کی وجہ سے غلطاں و پیچاں رہ گئے ہوں، لیکن میں عرض کردوں کہ امر واقع اس کے برعکس ہے، انھوں نے یہ ساری باتیں اپنی صلح کل ذہنیت کی وجہ سے دیدہ ودانستہ لکھی ہیں، اس لئے کہ تاج الفحول کی کتاب ''ردروافض'' کے ''ترجمہ وترتیب جدید'' کا کام خود انھوں نے ہی انجام دیا ہے، اور مذکورہ عبارت اصل کتاب سے ماخوذ نہیں بلکہ کتاب کے آخر میں عاصم میاں نے موضوع کی مناسبت سے تاج الفحول کا ایک خط شائع کیا ہے جو چند سوالوں کے جوابات پر مشتمل ہے، اوراس خط کے سوال وجواب سے پیشتر اپنا ایک اشاعتی نوٹ بھی لگایا ہے، اس لئے اس عبارت سے بےخبری کی معقولیت قطعاً نامعقول ہے۔

اور **المعتقد** کے جس لفظ پر اعلیٰ حضرت نے حاشیہ نگاری فرمائی ہے، جس کا حوالہ گزشتہ صفحات میں دیا گیا ہے، انھوں نے اس کی پوری بحث ہی اپنے مقالہ کے صفحہ نمبر اکہتر ۷۱؍ اور بہتر ۷۲؍ پر درج کردیا ہے۔

ان مذکورہ شواہد کی روشنی میں یہ امر متحقق ہے کہ اسید صاحب نے اپنا یہ موقف دیدہ ودانستہ بالقصد اختیار کیا ہے۔ نیز روافض کو مسلمانوں کے گمراہ گروہ میں بالالتزام شمار کیا ہے، اور لزوم والتزام کا فرق اہل علم پر مخفی نہیں۔

ایک شبہ اوراس کا ازالہ

جناب اسید نے اپنے مقالہ کے آخر میں صفحہ ستر ۷۰؍ پر ایک شبہ اوراس کا جواب تحریر کیا ہے، جس کا ماحصل یہ ہے کہ بعض فرقے ایسے ہیں جن کی تکفیر پر تمام اہل اسلام کا اجماع ہے جیسے ماضی میں سبأیہ فرقہ اور دور حاضر میں قادیانیہ، لہٰذا اگر یہاں صرف ''**دخول فی النار**'' مراد لیا جائے، اوران بہتر فرقوں کو اہل بدعت مانا جائے، تو لازم آئے گا کہ سبائی اور قادیانی فرقے بھی مسلمان ہوں؟ اور اگر ''**خلود فی النار**'' مراد لیا جائے اوران بہتر فرقوں کو اہل کفر تسلیم کیا جائے تو بعینہ یہی اعتراض وارد ہوگا کہ بہت سے فرقے ایسے ہیں جن کی تکفیر نہیں کی گئی ہے جیسے شیعوں میں زیدیہ اور خوارج میں اباضیہ، پھران کے لئے ''**خلود فی النار**'' کا کیا مطلب ہے؟

اسید صاحب لکھتے ہیں:

(یہاں ''**دخول فی النار**'' مراد لے کر علماء نے اس شبہ کا جواب دیا ہے کہ وہ فرقے جو ضروریات دین کا انکار کرکے باجماع امت کافر ومرتد ہوگئے وہ دراصل امت اجابت سے نکل کر اب امت دعوت میں شامل ہوگئے، وہ اپنے کفر کی وجہ سے دائمی عذاب کا مزہ چکھیں گے، ایسے فرقے امت اسلامیہ سے خارج ہیں، ان کا شمار نہ اسلامی فرقوں میں ہوگا اور نہ ہی وہ ان بہتر ۷۲؍ فرقوں میں گنے جائیں گے) [۳۲]

جناب شیخ! اب میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ خوارج اور بالخصوص روافض کے بارے میں اعلیٰ حضرت، تاج الفحول اور سرکار مارہرہ وحافظ ملت اور شیر بیشۂ اہل سنت کی تصریحات کے بعد آپ کی کیا رائے ہے؟ آپ انھیں امت دعوت سے مانتے ہیں یا امت اجابت سے؟ بریلی، بدایوں اور مارہرہ وپیلی بھیت اور مبارکپور کے اکابر کا بیان آپ پڑھ چکے ہیں، انھوں نے بلا کسی تفصیل وتفریق عصر حاضر کے روافض پر حکم کفر صادر کیا ہے، اور آپ نے مطلقاً بلا کسی تفصیل وتفریق اور بغیر کسی شرط وقید کے انھیں امت اجابت اور ''دخول فی النار'' کا مصداق ٹھہراتے ہوئے اہلسنت وجماعت کے فاسقوں کے حکم میں رکھا ہے۔ آخر ان اکابر کے

مدمقابل آپ کی اس مطلق العنانی کا کیا جواز ہے؟

آپ نے جب فرقہ ''سبأیہ'' کا نام لیا تو اس کے ساتھ ''شیعہ'' کے استعمال سے گریز کیا، اور ''زیدیہ'' کا نام لیا تو لفظ ''شیعہ'' کا استعمال کیا، جبکہ یہ دونوں گروہ شیعوں ہی سے تعلق رکھتے ہیں، اجماعی تکفیر کے مستحق ''سبأیہ'' کے ساتھ ''شیعہ'' لکھنے میں کہیں آپ کا ''موقف'' متأثر تو نہیں ہو رہا تھا؟ آخر روافض کے لئے آپ کے دل میں یہ نرم گوشہ کیوں؟

امام اشعری پر اسید کی بہتان تراشی

امام ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''مقالات الاسلامیین'' مختلف اسلامی فرقوں کے عقائد ونظریات اوران کے اقوال واحوال واقعی بیان کرنے کی غرض سے تصنیف فرمائی ہے۔ جس فرقہ کا جو عقیدہ ونظریہ ان کے اکابر کی طرف منسوب تھا اوران کی کتابوں میں موجود تھا بعینہ وہی بلاکسی کم وکاست کے اختصار کے ساتھ تحریر فرمایا ہے، تاکہ ہر فرقہ کا عقیدہ کماحقہ لوگوں کے سامنے آجائے اوراسی کی روشنی میں ان فرقوں کے درمیان فرق وامتیاز قائم کیا جاسکے۔ جیسا کہ امام اشعری خود ہی اپنی کتاب کے شروع میں فرماتے ہیں:

''امابعد: فانه لمن اراد معرفة الديانات والتمييز بينهامن معرفة المذاهب والمقالات ورأيت الناس فى حكاية مايحكون من ذكر المقالات ، ويصنفون فى النحل والديانات ، من بين مقصرمايحكيه ، وغالط فيمايذكره من قول مخالفيه ومن بين معتمد للكذب فى الحكاية ارادة التشنيع على من يخالفه ، ومن بين تارک للتقصى فى روايته لمايرويه من اختلاف المختلفين ومن بين من يضيف الى قول مخالفيه مايظن أن الحجة تلزمهم به وليس هٰذاسبيل الربانيين ولاسبيل الفطناء المميزين ، فحدانى مارأيت من ذالک على شرح ماالتمست شرحه من امر المقالات واختصارذالک وترک الاطالة والاكثار''(۳۳)

امام اپنی اس کتاب کی وجہ تالیف بتاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مختلف فرقوں اور بدمذہبوں کی معرفت رکھنے والے افراد کے لئے ان کے عقائد ونظریات کی معرفت لازمی ولابدی ہے، میں نے یہ دیکھا کہ بہت سارے لوگ جو اس سلسلہ میں تصنیف وتالیف کا کام کرتے ہیں وہ اپنے مخالف ومعاند فرقوں کے عقائد ونظریات کی نقل وحکایت میں غلطیاں کرتے ہیں، اور تحقیق وتفتیش کے بغیر ہی لکھ ڈالتے ہیں، اورامانت کے خلاف علماء ربانیین کے جادۂ حق سے گریز کرکے دروغ گوئی اور کذب بیانی سے کام لیتے ہیں، اورحد تو یہ ہے کہ غلبہ حاصل کرنے

کے لئے خودساختہ عقائد ونظریات ان کی جانب منسوب کر دیتے ہیں، تو یہ جو کچھ میں نے دیکھا اس نے مجھے اختصار کے ساتھ مقالات کے تحریر کرنے پر آمادہ کیا۔

سچ تو یہ ہے کہ امام کی کتاب ''مقالات الاسلامیین'' کی کسی تحریر وعبارت سے ہرگز یہ بات ظاہر نہیں ہوتی کہ انھوں نے مدعیان اسلام میں سے صرف انھیں فرقوں کے مقالات درج کئے ہیں جو صرف گمراہی کی حد تک پہونچے ہوئے ہیں، بلکہ کتاب کے مشمولات دیکھنے کے بعد یہ امر متحقق ہو جاتا ہے کہ اس کتاب میں امام اشعری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان تمام فرقوں کے عقائد ومقالات نقل فرمائے ہیں جو خود کو اسلام کی طرف منسوب کرتے ہیں خواہ وہ گمراہ ہوں یا کافر، چنانچہ امام نے اپنی کتاب میں اہل تشیع کو تین صنفوں میں تقسیم کیا ہے: غالیہ، رافضہ اور زیدیہ، پھر غالیہ کی پندرہ قسمیں شمار کرائی ہیں، ان میں سے چودھواں فرقہ ''سبأیہ'' ہے، جسے اسید میاں نے اپنے مقالہ لاتقال میں ان لفظوں سے یاد کیا ہے:

''بعض فرقوں کے کافر ہونے اور ان کے ملت اسلامیہ سے خارج ہونے پر اہل اسلام کا اجماع ہے، مثلاً ماضی میں سبأیہ فرقہ جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی الوہیت کا قائل تھا'' (۳۴)

اب آپ اسید میاں کے اس قول کو ایک بار پھر دہرایئے جس کو ابھی گزشتہ صفحات میں آپ پڑھ چکے ہیں، فرماتے ہیں:

''انھوں نے (یعنی: امام اشعری) نے اپنی کتاب کا نام ''مقالات الاسلامیین'' رکھا ہے، یعنی اہل اسلام کے مقالات، اور پھر اس کتاب میں خوارج وروافض اور معتزلہ وغیرہ گمراہ فرقوں کے عقائد ومقالات ذکر فرمائے ہیں، اگر ان فرقوں کو وہ اسلام سے خارج سمجھتے تو کتاب کا نام ''مقالات الاسلامیین'' نہ ہوکر ''مقالات المرتدین'' ہونا چاہئے تھا'' (۳۵)

اسید میاں کی مذکورہ دونوں عبارتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے صغریٰ، کبریٰ درست کر کے نتیجہ اخذ کیا جائے تو صورت حال کچھ اس طرح ہوگی:

سبأیہ اہل مقالات سے ہے- جیسا کہ ابھی ابھی ہم بیان کر چکے ہیں کہ امام اشعری نے اسے ''غالیہ'' کے چودھویں نمبر پر شمار کرایا ہے۔- اور اہل مقالہ اہل اسلام سے ہے- جیسا کہ اسید میاں کی گزشتہ تشریح سے ظاہر وباہر ہے۔- تو لازماً نتیجہ برآمد ہوگا کہ: ''سبأیہ'' ''اہل اسلام'' سے ہے۔ تف ہے! اسید میاں کی کورنگاہی پر، ایک جگہ لکھ مارا کہ سبأیہ اجماعی کافر ہے، اور دوسری جگہ امام اشعری پر بہتان تراشی کی کہ یہ اجماعی کافر فرقہ امام اشعری کے نزدیک اہل اسلام سے ہے۔- حاشا اللہ، والعیاذ باللہ- امام اشعری اس طرح کے اسیدی اتہام سے بالکل بری، اور جہالت نگار محقق کے روسیاہ قلم کی سیاہی سے دور بہت دور ہیں۔

اسید میاں کی تحریر میں ایک قابل غور پہلو یہ بھی ہے کہ اگر سبأیہ فرقہ اجماعی کافر ہے تو یقیناً یہ امام اشعری کے نزدیک بھی کافر ہی ہوگا کیونکہ اتنے بلند پایہ امام، قدآور شخصیت کے مالک، مدرسہ اشعریہ کے بانی کو نظر انداز کر کے کوئی مسئلہ اجماعی کہا بھی کیسے جا سکتا ہے۔ اس لئے اسید میاں کی تحریر دو حال سے خالی نہیں:

ایک تو یہ کہ اگر سبأیہ اجماعی کافر ہے تو یہ فرقہ امام اشعری کے نزدیک بھی کافر ہی ہوگا۔ کیونکہ علم کلام کے کسی مسئلہ میں امام کے اختلاف کے باوجود اجماع کا دعویٰ درست نہیں ہو سکتا اور جب یہ فرقہ ''مقالات الاسلامیین'' میں مندرج ہے تو لامحالہ یہ ماننا پڑے گا کہ مقالات میں مندرج فرقے گمراہوں اور کافروں دونوں پر مشتمل ہیں، لہٰذا اسید میاں کا کہنا کہ: ''خوارج، روافض اور معتزلہ وغیرہ اہل اسلام یعنی مسلمانوں کے فرقے ہیں'' سراسر بددیانتی پر مبنی ہے۔

دوسرا یہ کہ اگر اسید میاں کی یہ بات مان لی جائے کہ ''مقالات الاسلامیین'' میں مندرج فرقے گمراہ ہی ہیں اور اہل اسلام سے ہی شمار کئے جائیں گے تو ایسی صورت میں فرقۂ سبأیہ امام اشعری کے نزدیک کافر نہ ہوگا لیکن اس سے خرابی یہ لازم آئے گی کہ سبأیہ کی تکفیر سے متعلق اسید میاں کا دعوی اجماع غلط ہوگا۔ بہرحال امام اشعری کے نزدیک سبأیہ کی تکفیر کے روا ہونے کی صورت میں اسید میاں کی مقالات سے متعلق بات غلط ہوگی اور تکفیر نہ ہونے کی صورت میں سبأیہ سے متعلق اسید میاں کا دعوی اجماع غلط ہوگا۔

اسید میاں کی تضاد بیانی اور ہیرا پھیری دیکھ کر برجستہ ایک مقولہ یاد آ گیا: ''چور کی داڑھی میں تنکا'' ایک طرف تو اخوانی مصریوں کی روشن خیالی نے جب متمصر صاحب کو آزاد خیال

بنایا تو انھیں خوارج، روافض اور معتزلہ وغیرہ سب کے سب اہل اسلام دکھائی دینے لگے اور بڑے طمطراق سے سب کو اہل سنت و جماعت کے فاسقوں کے زمرے میں لا کھڑا کیا۔ لیکن دوسری طرف جب ہوش آیا کہ ہم نہ تو مصر میں ہیں اور نہ ہی مصر کے "دار التقريب بين المذاهب الاسلامية" میں بلکہ سرزمین ہند کے اس خطہ میں ہیں جہاں علامہ فضل حق خیرآبادی، علامہ فضل رسول بدایونی اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہم الرحمۃ والرضوان کا بول بالا ہے تو رخ موڑا اور رنگ بدل کر ایک شبہہ کا ازالہ کرتے ہوئے ملا علی قاری رحمہ اللہ کی عبارت صفائی میں پیش کر دی اور اس طرح ایک دوسرے تضاد کا شکار ہو گئے، ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری کی عبارت کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"مخفی نہ رہے کہ ہمارے علماء کا یہ قول کہ "کسی گناہ کی بنیاد پر اہل قبلہ کی تکفیر نہ کی جائے گی" اس سے مراد یہ نہیں کہ جو شخص محض قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتا ہو، اس لئے کہ وہ غالی رافضی جو یہ دعوی کرتے ہیں کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے وحی لانے میں غلطی کر دی ان کو اللہ تعالیٰ نے وحی لے کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھیجا تھا، اور بعض کہتے ہیں کہ حضرت علی "اللہ" ہیں، تو ایسے لوگ اگرچہ قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز ہی کیوں نہ پڑھتے ہوں یہ لوگ مسلمان نہیں ہیں۔ (۳۶)

ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری کی عبارت کا اسید میاں کی زبان میں "بامحاورہ" ترجمہ آپ نے ملاحظہ فرما لیا جس میں انھوں نے غالی فرقوں کو قبلہ رو ہونے کے باوجود خارج از اسلام قرار دیا ہے اور اسے اسید میاں نے بھی تسلیم کر لیا ہے، اب ذرا امام اشعری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کتاب "مقالات الاسلامیین" کا بھی نظارہ کیجئے اور دیکھئے کہ امام نے ان غالی فرقوں کو کن لفظوں میں یاد کیا ہے اور ان کے کیا عقائد بیان کئے ہیں، تحریر فرماتے ہیں:

(مقالات الشيع: فالشيع ثلاثة اصناف ....فمنهم الغالية ....وهم خمس عشرة فرقة:

فالفرقة الاولىٰ منهم: البيانية ، اصحاب بيان بن سمعان االتميمي........ وحكى عنهم ان كثيرامنهم يثبت لبيان بن سمعان النبوة.

والفرقة الثانية منهم: اصحاب عبدالله ابن معاوية بن عبدالله بن جعفر ذى الجناحين................ وزعم انه رب وانه نبى فعبده شيعته.

والفرقة الثالثة منهم: اصحاب عبدالله بن عمروبن حرب وهم يسمون الحربية ويزعمون ان روح ابى هاشم عبدالله بن محمدبن الحنفية تحولت فيه وان اباهاشم نص على امامته .

والفرقة الرابعة منهم: المغيرية، اصحاب المغيرة بن سعد يزعمون انه كان يقول انه نبى.

والفرقة الخامسةمنهم: المنصورية ، اصحاب ابى منصور.............. وزعم ان عيسى اول من خلق الله من خلقه ثم على وان رسل الله سبحانه لاتنقطع ابداً ، وكفربالجنة والنار.

والفرقة السادسة منهم: الخطابية، اصحاب ابى الخطاب بن أبى زينب، وهم خمس فرق كلهم زعمواان الأئمة انبياء محدثون ورسل الله وحججه على خلقه لايزال منهم رسولان واحدناطق والآخرصامت فالناطق محمد ﷺ والصامت على بن ابى طالب . (الفرقة الخطابية خمس والتى سبقتها ايضاخمس وهٰكذا صارت الغالية عشرة فرقة)

الصنف الحادى عشرمن اصناف الغالية : يزعمون ان روح القدس –هوالله عزوجل – كانت فى النبى ﷺ ثم فى على ثم فى الحسن ثم فى الحسين ثم فى محمدبن على. (وهٰكذاهؤلاء يجرون سلسلة انتقال الروح الى محمدبن الحسن بن على بن محمدبن على) وهؤلاء كلهم آلهة عندهم ، كل واحدمنهم اله على التناسخ والاله عندهم يدخل فى الهياكل.

والصنف الثانى عشرمن اصناف الغالية : يزعمون ان علياهوالله ويكذبون النبى ﷺ ويشتمونه ويقولون ان علياوجه به ليبين امره فادعى الامرلنفسه.

والصنف الثالث عشرمن اصناف الغالية : هم اصحاب الشريعي، يزعمون ان الله حل فی خمسة اشخاص : فی النبی وفی علی وفی الحسن وفی الحسين وفی فاطمة.

والصنف الرابع عشرمن اصناف الغالية: وهم السبأية، اصحاب عبدالله بن سبأ ، يزعمون ان عليالم يمت وانه يرجع الی الدنياقبل يوم القيامة فيملأ الارض عدلا كماملئت جورا، وذكرواعنه انه قال لعلی عليه السلام : أنت أنت، والسبأية يقولون بالرجعةوان الاموات يرجعون الی الدنيا.

والصنف الخامس عشرمن اصناف الغالية: يزعمون ان الله عزوجل وكل الامور وفوضها الی محمدﷺ وانه اقدره علی خلق الدنيافخلقهاودبرها وان الله سبحانه لم يخلق من ذالک شيئاويقول ذالک كثيرمنهم فی علی) (۳۷)ملخصاً

آپ نے ملاحظہ فرمالیا کہ امام اشعری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شیعوں کے مقالات درج کرتے ہوئے سب سے پہلے غالی فرقوں کے مقالات بیان فرمائے ہیں، ان کی تحریر سے اختصار کے ساتھ عبارتیں نقل کردی گئی ہیں جس کا نچوڑ یہ ہے کہ:

غالی شیعوں کے پندرہ فرقے ہیں، ان میں سے پہلے فرقہ کا عقیدہ یہ ہے کہ ان کا امام وپیشوا بیان بن سمعان نبی ہے۔ دوسرے فرقے کا خیال ہے کہ ان کا امام رب ہے اور وہ نبی ہے۔ تیسرا فرقہ تناسخ کا قائل ہے، چوتھا فرقہ اپنے امام کے نبی ہونے کا قائل ہے۔ پانچواں فرقہ ختم نبوت کا انکار کرتے ہوئے سلسلۂ نبوت ہمیشہ کے لئے جاری رہنے کا قائل ہے اور جنت ودوزخ کا منکر ہے۔ چھٹا فرقہ خطابیہ ہے اور یہ کل پانچ فرقے ہیں ان میں سے ہرایک فرقہ اپنے امام کو نبی ورسول مانتا ہے اور اس طرح ماسبق ومالحق ملکر غالیوں کے دس فرقے ہوجاتے ہیں، گیارہواں فرقہ یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ روح القدس۔اللہ عزوجل۔حضورﷺ اور حضرت علی اوران کے تمام اماموں میں تناسخ کے طور پر منتقل ہوتا رہا اور یہ سارے امام ان کے نزدیک

معبود وخدا ہیں۔ بارہواں فرقہ حضرت علی کو خدا مانتا ہے اور نبی کریمﷺ کو جھٹلاتا ہے اور گالیاں دیتا ہے۔ تیرہویں فرقہ کا خیال ہے کہ اللہ پانچ شخصوں نبی، علی، حسن، حسین اور فاطمہ میں حلول کئے ہوئے ہے۔ چودہواں فرقہ سبأ یہ ہے اس کا خیال ہے کہ علی مرے نہیں ہیں وہ قیامت سے پہلے دنیا میں لوٹیں گے اور روئے زمین پر عدل وانصاف کا بول بالا کریں گے جیسے کہ دنیا میں ظلم وجفا کا بول بالا ہے۔ سبأ یہ رجعت کا قائل ہے۔ پندرہواں فرقہ: اس کا خیال ہے کہ اللہ عزوجل نے سارے امور حضورﷺ کے سپرد کردیا ہے اور انھیں دنیا کی تخلیق پر قدرت بخش دی تو انھوں نے اس دنیا کو پیدا کیا اور اس کی تدبیر فرمائی اور اللہ نے اس میں سے کچھ بھی پیدا نہ فرمایا اور ان میں سے اکثر کا یہی خیال حضرت علی کے بارے میں بھی ہے۔

ان مذکورہ فرقوں کے عقائد ونظریات جاننے کے بعد کون ایسا مسلمان اور سواد اعظم اہلسنت کا فرد ہے جو انھیں اہل اسلام سے تصور کرسکتا ہے؟ کون ہے جو انھیں مسلمانوں کے فاسقوں کے زمرے میں شمار کرسکتا ہے؟ کون ہے جو انھیں جنتی خیال کرسکتا ہے؟ امام اشعری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ’’مقالات الاسلامیین‘‘ میں ان فرقوں کو مسلمان سمجھ کر نہیں بلکہ مدعیان اسلام سمجھ کر ان کے مقالات ذکر فرمائے ہیں۔ لہٰذا اسید میاں کا ایک جگہ یہ لکھنا کہ یہ اہل اسلام کے مقالات ہیں اور دوسری جگہ یہ لکھنا کہ غالی فرقے خارج از اسلام ہیں، کھلی تضاد بیانی اور بے بنیاد یاوہ گوئی ہے جو کسی جاہل مصری کی تقلید تو ہوسکتی ہے تعلیم یافتہ انسان کی تحقیق نہیں، تحقیق پڑھ کر ہوتی ہے۔ اگر مقالات الاسلامیین خود پڑھا یا دیکھا ہوتا تو شاید یہ اس طرح کے انحرافات سے محفوظ رہتے۔

امام اشعری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شیعہ فرقہ کو تین صنفوں میں تقسیم کیا ہے: غالیہ، رافضہ اور زیدیہ، اس لئے جماعت خوشتریہ کو یہ اعتراض ہوسکتا ہے کہ ان کی جماعت کے پیشوا اسید میاں نے روافض کے بارے میں اہل اسلام ہونے کا قول کیا ہے نہ کہ غالیوں کے بارے میں۔

لہٰذا غالیوں کے عقائد ونظریات پیش کرکے ان پر اعتراض کرنا درست نہیں، تو اس کا سیدھا سا دوٹوک جواب یہ ہے کہ اسید میاں نے اہل مقالات کے اہل اسلام ہونے کا قول کیا ہے، اور ’’مقالات الاسلامیین‘‘ میں مندرج فرقوں کے گمراہ ہونے اوران کے کافر نہ ہونے کی بات

کہی ہے۔لہٰذا اہل مقالات میں سے اگر کوئی ایک بھی حد کفر کو پہونچا ہوا ہے تو اسید میاں کی بات غلط ہوگی اور یہاں تو ایک نہیں بلکہ پندرہ اہل مقالہ ایسے ہیں جن کا حد کفر کو پہونچا ہوا ہونا اظہر من الشّمس ہے۔اس لئے اسید میاں کی طرف سے جماعت خوشتریہ کی ایسی کوئی صفائی قابل اعتناء نہیں۔پھر بھی میں چاہتا ہوں کہ رافضیوں کے عقائد کا بھی کچھ تذکرہ کر دوں تا کہ اس امر کی بھی خوب وضاحت ہو جائے کہ سارے رافضی امام اشعری کے نزدیک گمراہ ہی نہیں ہیں بلکہ کچھ ایسے بھی ہیں جو حد کفر کو پہونچے ہوئے ہیں،امام اشعری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کاملیہ کے علاوہ رافضیہ کے چوبیس فرقوں کو تفصیل سے بیان کرنے کے بعد ان کے مشترکہ عقائد کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

(وافترقت الرافضة هل البارئ يجوزان يبدوله اذاارادشيئا ام لاعلى ثلاث مقالات: فالفرقة الاولیٰ منهم يقولون ان الله تبدوله البداوات وانه يريد ان يفعل الشيء فی وقت من الاوقات ثم لايحدثه لمايحدث له من البداء وانه اذاامربشريعة ثم نسخهافانماذالک لانه بداله فيهاوان ماعلم انه يكون ولم يطلع عليه احدامن خلقه فجائزعليه البداءوماطلع عليه عباده فلايجوزعليه البداء فيه.

والفرقة الثانية منهم يزعمون انه جائزعلى الله البداء فيماعلم انه يكون حتى لايكون وجوزواذالک فيمااطلع عليه عباده وانه لايكون كماجوزوه فيمالم يطلع عليه عباده.

والفرقة الثالثةمنهم يزعمون انه لايجوزعلى الله عزوجل البداء وينفون ذالک عنه تعالیٰ.

واختلفت الروافض فی رجعة الاموات الى الدنياقبل يوم القيامة وهم فرقتان:

فالفرقة الاولى منهم يزعمون ان الاموات يرجعون الى الدنياقبل يوم الحساب ، وهٰذاقول الاكثرمنهم، وزعمواانه لم يكن فی بنی اسرائيل شيء الاويكون فی هٰذه الامة مثله وان الله سبحانه قدأحى قومامن بنی اسرائيل

بعد الموت فكذالک يحی الاموات فی هٰذه الامة ويردهم الى الدنياقبل يوم القيامة.

والفرقة الثانية منهم وهم اهل الغلوينكرون القيامة والآخرة ويقولون : ليس قيامة ولاآخرة وانماهی ارواح تتناسخ فی الصور فمن كان محسنا جوزی بان ينتقل روحه الى جسد لايلحقه فيه ضررولاالم ومن كان مسيئا جوزی بان ينتقل روحه الى اجساد يلحق الروح فی كونه فيهاالضرر والالم وليس شيء غيرذالک وان الدنيالاتزال ابداً هٰكذا.

واختلفت الروافض فی القرآن هل زيدفيه اونقص منه وهم ثلاث فرق:

فالفرقة الاولى منهم يزعمون ان القرآن قدنقص منه وامماالزيادة فغير جائز ان يكون قدكان وكذالک لايجوزان يكون قدغيرمنه شيء عما كان عليه فاماذهاب كثيرمنه فقد ذهب كثيرمنه والامام يحيط علمابه.

والفرقة الثانية منهم وهم قائلون بالاعتزال والامامة يزعمون ان القرآن مانقص منه ولازيدفيه انه على ماانزل الله تعالى على نبيه عليه السلام لم يغيرولم يبدل ولازال عماكان عليه.

واختلفت الروافض فی الائمة هل يجوزان يكونواافضل من الانبياء ام لايجوزذالک وهم ثلاث فرق:

فالفرقة الاولى منهم يزعمون ان الائمة لايكونون افضل من الانبياء بل الانبياء افضل منهم غيران بعض هؤلاء جوزواان يكون الائمة افضل من الملائكة .

والفرقة الثانية منهم يزعمون ان الائمة افضل من الانبياء والملائكة وانه لايكون احدافضل من الائمة ، وهٰذاقول طوائف منهم.

والفرقة الثالثة منهم وهم القائلون بالاعتزال والامامة ، يزعمون ان الملائكة والانبياء افضل من الائمة ولايجوزان يكون الائمة افضل من

الانبیاء و الملائکة) [۳۸] **ملخصاً**

امام اشعری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے واضح طور پر تحریر فرمادیا کہ روافض کا ایک گروہ نقص قرآن وافضلیت ائمہ علی الانبیاء اور بداء ورجعت کا قائل ہے، اور ظاہر ہے کہ ان نظریات وعقائد کا حامل کوئی بھی فرد یا فرقہ اہل سنت وجماعت کے نزدیک ہرگز، ہرگز مسلمان نہیں اور نہ ہی اہل اسلام سے شمار کیا جاسکتا ہے۔

نقص قرآن کا قول کرنے والے کے بارے میں تاج الفحول محبّ رسول علامہ عبدالقادر بدایونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

(اسی طرح جو شخص قرآن کو تحریف شدہ مانے اور یہ کہے کہ صحابہ کرام نے آنحضرت ﷺ کے بعد اپنی جانب سے قرآن کریم میں تحریف اور تبدیل کرلی تھی وہ بھی کافر ہے) [۳۹]

ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

(اہلسنت وجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ قرآن کریم از اول تا آخر اپنی تمام سورتوں، آیتوں، حروف اور الفاظ کے ساتھ متواتر ہے، اور حق سبحانہ وتعالیٰ کی حفاظت سے محفوظ ہے۔ سرور کائنات ﷺ کی حیات شریفہ میں جس قدر حق سبحانہ وتعالیٰ نے نسخ تلاوت اور محو واثبات فرمایا وہ سب آپ کی وفات کے قریب محفوظ کرکے اتمام نعمت اور اکمال دین فرمادیا، اب اس کے بعد ہرگز کسی قسم کے تغیر وتبدیلی، کمی بیشی، تحریف وتصرف بشری کا امکان نہیں ہے۔ جناب سرور انس وجاں ﷺ کی وفات کے بعد قرآن کریم میں تحریف وتصرف بشری، اور کمی وزیادتی کا قائل بالاجماع کافر ہے) [۴۰]

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں:

(جو شخص قرآن مجید میں زیادت یا نقص یا تبدیل یا کسی طرح تصرف بشری کا دخل مانے یا اسے محتمل جانے بالاجماع کافر مرتد ہے کہ صراحۃً قرآن عظیم کی تکذیب کر رہا ہے، اللہ عزوجل سورۂ حجر میں فرماتا ہے: "**انانحن نزلناالذکر وانالہ لحٰفظون**")

امام اجل شیخ عبدالعزیز بخاری کشف الاسرار میں، اور امام ہمام فخر الاسلام بزدوی شرح اصول میں فرماتے ہیں:

(کان نسخ التلاوة والحکم جمیعاً جائزافی حیاة النبی ﷺ فامابعدوفاته فلایجوز، قال بعض الرافضة والملحدة ممن تیسرباظهارالاسلام وهو قاصد الی افساده هٰذاجائزبعدوفاتهایضاوزعمواان فی القرآن کانت آیات فی امامة علی وفی فضائل اهل البیت فکتمهاالصحابة فلم تبق باندراس زمانهم، و الدلیل علی بطلان هٰذالقول قوله تعالیٰ :(انانحن نزلناالذکروانالہ لحٰفظون) [۴۲]

امام قاضی عیاض، شفاء شریف میں یقینی اجماعی کفر بیان کرکے فرماتے ہیں:

(وکذالک من انکر القرآن اوحرفامنه اوغیرشیئامنه اوزادفیه) [۴۳]

فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت میں ہے:

(اعلم ان رأیت فی مجمع البیان تفسیرالشیعة انه ذهب بعض اصحابهم الی ان القرآن –العیاذبالله– کان زائداعلی هٰذالمکتوب المقروء قد ذهب بتقصیرمن الصحابة الجامعین –العیاذبالله– لم یخترصاحب ذالک التفسیر هٰذالقول ، فمن قاله بهٰذاالقول فهو کافرلانکاره الضروری.) [۴۴]

یہ تو رہا ان کا پہلا کفر اب ذرا دوسرے کفر کا حال ملاحظہ کیجئے تاج الفحول محبّ رسول علامہ عبدالقادر بدایونی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

(اگر کوئی رافضی ائمہ اہل بیت نبویہ (علیهم الثناء والتحیه) کو انبیاء سابقین علیهم السلام میں سے کسی پر فضیلت دیتا ہے تو جمہور اہل سنت کے مذہب پر وہ یقیناً کافر ہے) [۴۵]

مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں:

(ان کا ہر متنفس سیدنا امیر المؤمنین مولی علی کرم اللہ وجہہ الکریم ودیگر ائمہ طاہرین رضوان الله تعالیٰ علیهم اجمعین کو حضرات عالیات انبیائے سابقین علیهم الصلوٰة والتحیات سے افضل بتاتا ہے اور جو کسی غیر نبی کو نبی سے افضل کہے باجماع مسلمین کافر بے دین ہے) [۴۶]

امام قاضی عیاض، شفاء شریف میں انھی اجماعی کفروں کے بیان میں فرماتے ہیں:

(وکذلک نقطع بتکفیر غلاة الرافضة فی قولهم ان الائمة افضل من الانبیاء) [۴۷]

امام ابن حجر مکی ''اعلام بقواطع الاسلام '' میں کلام شفاء نقل فرما کر اسے ثابت ومقرر رکھتے ہیں۔ (۴۸)

ملا علی قاری شرح شفاء میں فرماتے ہیں:

(ھٰذا کفر صریح) (۴۹) یہ کھلا کفر ہے۔

منح الروض الازھر شرح فقه اکبر میں تحریر فرماتے ہیں:

(مانقل عن بعض الکرامیة من جواز کون الولی افضل من النبی کفر و ضلالة والحادو جهالة) (۵۰)

علامہ سعد الدین تفتازانی شرح عقائد میں فرماتے ہیں:

(فمانقل عن بعض الکرامیة من جواز کون الولی افضل من النبی، کفرو ضلال) (۵۱)

طریقہ محمدیہ اور حدیقہ ندیہ میں ہے:

(''تفضیل الولی علی النبی ''مرسلاً کان اولا'' کفروضلال کیف وهو تحقیر النبی'' بالنسبة الی الولی'' وخرق الاجماع'' حیث اجمع المسلمون علیٰ فضیلة النبی علی الولی) (۵۲)

ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں ہے:

(النبی افضل من الولی وهو امرمقطوع به والقائل بخلافه کافر لانه معلوم من الشرع بالضرورة) (۵۳)

اور اب تیسرے کفر بداً کے بارے میں تاج الفحول کا فیصلہ ملاحظہ کیجئے فرماتے ہیں:

(عقیدۂ بداً کو ماننے والا کافر ہے خواہ بداً کا معنی پشیمانی بتائے یا پھر بداً کا مطلب یہ کہ اللہ کو پہلے سے اس مصلحت کا علم نہیں تھا) (۵۴)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں کہ:

''رہی کلمہ گوئی تو مجرد زبان سے کہنا ایمان کے لئے کافی نہیں، منافقین تو خوب زوروشور سے کلمہ پڑھتے ہیں حالانکہ ان کے لئے ''**فی الدرجة الاسفل من النار**'' کا فرمان ہے!

-والعیاذ باللہ-

الحاصل ایمان تصدیق قلبی کا نام ہے اور وہ بعد انکار ضروریات کہاں؟ مثلاً:

..............مسئلۂ خبیثہ ملعونہ بدل ''بداء'' کا قائل ہو، یعنی: کہے باری تعالیٰ کبھی ایک حکم سے پشیمان ہو کر اسے بدل دیتا ہے۔

..............یا کہے ایک وقت تک مصلحت پر اطلاع نہ تھی جب اسے اطلاع ہوئی حکم بدل دیا، **تعالی الله عمایکون الظالمون علواً کبیراً.**'' (۵۵)

حواشی

(۱) خامہ تلاشی، ابو الفیض معینی (اسیدالحق)، ص ۱۰۳، ادارہ فکر اسلامی، دھلی-

(۲) ابلیس کارقص، اصلاحی پیش کش، انجمن تحفظ ایمان، ص۶، ناشر: انجمن تحفظ ایمان، ۵۳۸/۸ اعجاز نگر شہر بریلی شریف، اشاعت دوم، شوال ۱۴۳۰ھ مطابق اکتوبر۲۰۰۹ء-

(۳) حدیث افتراق امت تحقیقی مطالعہ کی روشنی میں، مولانا اسیدالحق محمد عاصم قادری ص۴۸،۴۷، ناشر: تاج الفحول اکیڈمی بدایوں، اشاعت بار اول، ذی قعدہ ۱۴۲۹ھ/نومبر۲۰۰۸ء-

(۴)مرجع سابق، ص ۴۸، عبارت مع ترجمہ

(۵)بحوالہ مذکور

(۶) // // ، ص۴۸،۴۹

(۷) اسیدمیاں نصاب درس نظامی کے مطابق علم دین حاصل کرنے والے علماء کا تمسخر کرتے ہوئے انہیں "کافیہ بردوش" علماء جیسے توہین آمیز لفظوں سے یاد کرتے ہیں، حالانکہ خود ان کے اجدادنے اسی نصاب کے مطابق علوم اسلامیہ حاصل کرکے دین متین کی وہ گراں بہا خدمات انجام دی ہیں، جو رہتی دنیا تک —انشاء اللہ— یاد کی جاتی رہیں گی، اور خود ان جناب والا کو بھی بدایوں سے مصر تک "سفر معراج" اور "ذوق پرواز" اسی کافیہ بردوشی کے صدقہ میں ملا، اور پھر جب وہاں پہونچ کر ازہر کا بھوت سوار ہوا، تو کافیہ اور اساتذۂ کافیہ کا احسان مند ہونے کے بجائے انہیں کا مذاق اڑانے لگے، نہایت شرم کی بات ہے، مگر "بے حیاباش ہرچہ خواہی کن" اس اہانت آمیز جملہ کو دیکھنے کے لئے ان کے فرضی نام "ابو الفیض معینی" کی تحریر میں "خامہ تلاشی" ص ۱۰۳، ملاحظہ کیجئے-

(۸) شرح لشرح العقائدالمسمیٰ بالنبراس مع التعلیقات القسطاس، للعلامۃ عبدالعزیز الفرھاوری، ص ۳۷، ناشران: ملک دین محمد اینڈ سنز اشاعت بل روڈ، لاھور-

(۹) الانصاف، للقاضی الامام ابی بکر محمد بن الطیب بن محمد بن جعفر الباقلانی المتوفی سنۃ ۴۰۳ھ - www.al-mostafa.com

(۱۰) النظامیۃ فی الارکان الاسلامیۃ، للامام الجلیل امام الحرمین ابی المعالی عبدالملک بن عبداللہ بن یوسف الجوینی المتوفی سنۃ۴۷۸ھ، روایۃ ابی بکر بن العربی عن الغزالی عن المؤلف، تحقیق وتعلیق: محمد زاھد الکوثری، ۱۳۱، الناشر: المکتبۃ الازھریہ للتراث، ۱۴۱۲/۱۹۹۲م-

(۱۱) احیاء علوم الدین، تالیف: الامام ابی حامد محمد بن محمد الغزالی المتوفی سنۃ ۵۰۵ھ، ۱۳۱/۱، ناشر: تجار الکتب ابناء محمد بن غلام رسول السورتی، جاملی محلہ، ممبائی-

(۱۲) بحوالہ مذکور

(۱۳) بحوالہ مذکور، ۱۳۱/۱—۱۳۲

(۱۴) بحوالہ مذکور

(۱۵) الملل والنحل، للشہرستانی، ص۳، www.al-mostafa.com

(۱۶) بحوالہ مذکور

(۱۷)بحوالہ مذکور

(۱۸)آسنی المطالب، تالیف: احمد بن الزینی دحلان الشافعی المکی المتوفی سنۃ ۱۳۰۴ھ، ص۲۰، اعداد وتقدیم: صالح الوردانی، ناشر: الہدف للاعلام، رقم الایداع: ۹۹/۱۱۵۶۲، الترقیم الدولی: ۹—۱۷—۵۷۵۱—۹۷۷

(۱۹) کتاب الدرالثمین فی اصول الشریعۃ وفروع الدین، تالیف: الشیخ سالم بن صالح باحطاب الحضرمی الشافعی الاشعری، ص۸، ط: مطبۃ دارالکتب العربیۃ بمصر-

(۲۰) (خطوط کے جوابات "شامل اشاعت ردروافض"، تاج الفحول مولانا شاہ عبدالقادر محب رسول قادری بدایونی، ترتیب حضرت شاہ حسین حیدر برکاتی مارھروی، ترجمہ وترتیب جدید: مولانا اسیدالحق محمد عاصم قادری، ص۱۱۴، طبع جدید۲۰۰۹ء/۱۴۳۰م، ناشر: تاج الفحول اکیڈمی بدایوں-

(۲۱) فواتح الرحموت، للعلامۃ عبدالعلی بن نظام الدین محمد السہالوی الانصاری اللکنوی المتوفی سنۃ ۱۲۲۵ھ، ۴۲۲/۲، ط دارالکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، الطبعۃ الاولی ۱۴۲۳ھ ۲۰۰۲م-

(۲۲) المستند المعتمد بناء نجاۃ الابد— بہامش المعتقد المنتقد — للعلامۃ احمد رضا خان القادری البریلوی قدس اللہ سرہ، ص ۲۲۴- ۲۲۵، قام بطبعہ ونشرہ: رضا اکادیمی، ممبائی-

(۲۳) العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ، شیخ الاسلام امام احمد رضا قادری بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، ۹ /۱۷۱-۱۷۲، ناشر: رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوھاری دروازہ، لاھور، اپریل ۱۹۹۶م

(۲۴) بحوالہ مذکور، ۱۷۳/۹-

(۲۵) تکملہ رد روافض (مشمولات اشاعت رد روافض)، ترتیب: حضرت مولانا شاہ سید حسین حیدر مارھروی، ص۵۶-

(۲۶) فتاوی امجدیہ، تصنیف: صدرالشریعہ مفتی ابو العلی محمد امجد علی صاحب اعظمی علیہ الرحمہ، تعلیق: مفتی شریف الحق صاحب امجدی، ترتیب: مولانا عبدالمنان کلیمی، ۲۱/۲، ناشر: دائرۃ المعارف الامجدیہ قادری منزل گھوسی ضلع اعظم گڑھ، یوپی، باراول، ۱۴۰۳ھ-۱۹۸۳ء

(۲۷) العطایا الاحمدیۃ فی فتاوی نعمیہ (کذا)، مصنف: صاحبزادہ اقتدار احمد خان بدایونی

نعیمی قادری، ۳۰۴/۱، ۳۰۵، ط: نعیمی کتب خانہ گجرات پنجاب پاکستان، باراشاعت: دوسری بار

(۲۸) بحوالہ مذکور، ۶۵/۱

(۲۹) اجمل الفتاوی المعروف بہ فتاوی اجملیہ، حضرت علامہ مفتی شاہ محمد اجمل صاحب قادری رضوی اشرفی نعیمی۲۷۳/۱، ۲۷۴، ط : فاروقیہ بکڈپو، مٹیامحل، جامع مسجد، دھلی، سن اشاعت۱۴۲۵ھ۲۰۰۴ء-

(۳۰) الارشاد، حافظ ملت علامہ شاہ عبدالعزیز محدث مرادآبادی، ص ۵، ط: زیر اشاعت: شعبۂ تصنیف آستانۂ عالیہ قادریہ بیت الانوار، شہر گیا، بہار-

(۳۱) کہر المعبود علی اعتقادحزب المردود، شیر بیشۂ اھل سنت مظہر اعلیٰ حضرت علامہ شاہ ابو الفتح محمدحشمت علی خان قادری برکاتی رضوی رحمۃ اللہ علیہ، ص۱۱، ناشر: آل انڈیا جماعت رضائے مصطفی سائوده، مہاراشٹرا-

(۳۲) حدیث افراق امت..........،ص۷۰-

(۳۳) مقالات الاسلامیین ، امام ابو الحسن الاشعری، ص۲، www.al-mostafa.com

(۳۴) حدیث افراق امت..........،ص۷۰-

(۳۵) بحوالہ مذکور، ص۴۸

(۳۶) // // ، ص۶۷

(۳۷) مقالات الاسلامیین ، ص۴—۸

(۳۸) بحوالہ مذکور، ص ۱۶-۱۹

(۳۹) ردروافض ، تاج الفحول مولاناعبدالقادربدایونی ، ص۱۵-

(۴۰) تکملہ ردروافض ، ص۵۴

(۴۱) رد الرفضۃ (مشمولہ فتاوی رضویہ) تالیف: امام احمدرضا خان، ۲۵۹/۱۴، ط: رضا فاؤنڈیشن لاھور-

(۴۲) کشف الاسرارعن اصول البزدوی ، باب تفصیل المنسوخ ، ۱۸۸/۳-۱۸۹، ط: دارالکتاب العربی، بیروت

(۴۳) الشفاء بتعریف حقوق المصطفی، للقاضی ابی الفضل عیاض بن موسی الیحصبی المتوفی سنۃ ۵۴۴ھ، تقدیم وتحقیق: طہ عبدالرؤف سعد، خالدبن محمدبن عثمان، ۲۱۷/۲، ط: مرکزاھل سنت شارع امام احمدرضا، فوربندر، غوجرات-

(۴۴) فواتح الرحموت، بذیل المستصفی، منشورات الشریف الرضی ، قم ایران، ۲۸۸/۲، بحوالہ فتاوی رضویہ، ۲۶۳/۱۴

(۴۵) رد روافض ، ص۱۵

(۴۶) ردالرفضۃ (مشمولہ فتاوی رضویہ) ۲۶۲/۱۴

(۴۷) الشفاء، ۲۱۸/۲

(۴۸) اعلام بقواطع الاسلام ، للامام ابن حجرالہیتمی المکی، ص۴۴، ط:مصر

(۴۹) شرح الشفاء، للملاعلی القاری، ۵۱۹/۴، ط: دارالفکر، بیروت

(۵۰) منح الروض الازھرشرح الفقہ الاکبر، باب الولی لایبلغ درجۃ النبی، ص۱۲۱، ط: مصطفی البالی، مصر-

(۵۱) شرح العقائدالنسفیۃ، للعلامۃ سعدالدین التفتازانی المتوفی ۷۹۱ھ، تحقیق: الدکتور الشیخ احمدحجازی السقاء، ص۱۰۵، ملتزم الطبع والنشر: مکتبۃ الکلیات الازھریۃ، الازھر، القاھرۃ، سنۃ الطبع: ۱۴۰۸ھ ۱۹۸۸م-

(۵۲) الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ، للعارف باللہ تعالیٰ سیدی العلامۃ عبدالغنی النابلسی رحمہ اللہ تعالیٰ، ۳۱۶/۱، قداعتنی بطبعہ طبعۃ جدیدۃ بالاوفست حسین حلمی بن سعید استانبولی، سنۃ الطبع: ۱۴۰۰ھ ۱۹۸۰م-

(۵۳) ارشاد الساری لشرح صحیح البخاری ، للعلامۃ الامام القسطلانی المتوفی سنۃ ۹۲۳ھ ۱۷۵/۱، ط: دارالطباعۃ المصریۃسنۃ ۱۸۵۹م

(۵۴) اظہارحق، ترتیب : حضرت مولاناشاہ سیدحسین حیدرحسینی مارھروی ، ترجمہ: مولاناسیدالحق محمدعاصم قادری، ص ۶۰، ط: مشمولہ اشاعت ردروافض-

(۵۵) فتاوی رضویہ ، ۱۳۴/۱۴

''ضروری'' وبدیہی کے معنی سے ناواقفیت

افسوس ہے کہ جناب اسید کو ''مصری دارالافتاء'' کی جاروب کشی اور خاک روبی کے باوجود بھی ''ایمان'' و''کفر'' کی تعریف میں استعمال ہونے والے الفاظ کے بارے میں بھی کچھ معلوم نہیں۔ جن ''ضروریات دینیہ'' کی تصدیق یا انکار پر ایمان وکفر کا دارومدار ہے، انھیں کے معنی مراد اور مفہوم حقیقی تک رسائی نہیں، جب انھیں مدارالمہام ہی کا پتہ نہیں، تو پھر تہتر ۷۳ فرقوں کے ایمان وکفر کا بیڑا ان ہاتھوں کیونکر اٹھایا جائے گا؟۔۔۔۔۔۔ یہ باز و میرے آزمائے ہوئے ہیں۔۔۔۔۔ پھر بھی خود ساختہ ''محقق'' اپنی کتب بینی وکثرت مطالعہ اور گہرائی وگیرائی کی ڈینگ مارتے ہوئے لکھتے ہیں:

(''ضروریات دین'' کی جامع ومانع تعریف کیا ہے؟ اس سلسلہ میں بڑی طویل بحثیں علماء نے اپنی کتب میں لکھی ہیں، ہم ان بحثوں میں پڑ کر خواہ مخواہ مقالہ کو طویل نہیں کرنا چاہتے)(۱)

جناب شیخ اپنی کم علمی ومطالعہ کی کمزوری اور علم کلام سے دوری ومہجوری کے باعث شاید یہ سمجھ بیٹھے کہ ''ضروریات دین'' علم کلام کا کوئی ایسا اصطلاحی لفظ ہے جس کے لئے ''حد لقبی'' یا ''حد اضافی'' کی ضرورت ہے، جامع مانع تعریف بالحد یا تعریف بالرسم کی حاجت ہے۔

ہائے افسوس! امام علم وفن کی درسگاہ کے سارے اسباق بھول گئے، یہاں ''ضروریات دین'' سے دین کی صرف وہ باتیں مراد ہیں جو عوام وخواص میں یکساں طور پر مشہور ومعروف اور معلوم ومتیقن ہوں، چونکہ شیخ نے کتابیں دیکھی نہیں یا دیکھ کر بھی سمجھ نہ سکے، اس لئے اکابر علماء کی طول طویل قیمتی بحثیں مسترد کرتے ہوئے یہ باور کرانے کی کوشش میں لگ گئے کہ یہ مقالہ اسلاف علماء کلام کی خواہ مخواہ لایعنی بحثوں سے پاک ہے۔ کچھ جدید آراء اور نئے ضابطے اس مقالہ میں وضع کئے جائیں گے، جو قیل وقال علماء اور علم کلام کی پیچیدگیوں سے پرے ہوں گے ایسے ایسے اشارے اور کنائے کئے جائیں گے جن سے تمام علماء حق کی کتابیں بالکل خالی ہوں گی، اور یہ سچ بھی ہے اس لئے کہ حضرت اشاروں والے ''شیخ محقق'' ہیں، اشاروں اشاروں میں بڑے بڑے کارنامے انجام دے لیتے ہیں، خوشتر کے ساتھ اشاروں کی گلوکاریاں چلتی ہیں، تو

تو منظر کے ساتھ کچھ غمازیاں ہوتی ہیں، اور اس طرح ''جام نفور'' کے کچھ مکروہ وناپسندیدہ کالموں کے لئے عہد وپیمان ہوجاتے ہیں گویا کہ:

آنکھوں آنکھوں میں اشارے ہوگئے ☆ ہم تمہارے تم ہمارے ہوگئے

جناب شیخ نے شاید یہ سمجھا تھا کہ انھیں اشاروں سے یہاں بھی کام چل جائے گا، یہ نہ سمجھ سکے کہ یہ میدان اشارات وکنایات نہیں، بلکہ ایمانیات کی دنیا، عرفان کی جولانگاہ، علم کلام کا میدان ہے، جہاں کی ایک ادنیٰ سی لغزش نہ جانے کتنی تباہیوں، بربادیوں کا پیش خیمہ ثابت ہو سکتی ہے، مگر حضرت کی ''مشیخت'' ہی کچھ ایسی ہے جو صراحت کی دنیا سے خارج، اشاروں کے صحرا میں خیمہ زن ہے، حضرت شیخ فرماتے ہیں:

''بس اتنا اشارہ کافی سمجھتے ہیں کہ ضروریات دین میں صرف وہی مسائل شمار کئے جائیں گے جو **قطعی الثبوت قطعی الدلالۃ** ہوں، وہ مسائل جو **قطعی الثبوت** تو ہوں مگر ظنی **الدلالۃ** ہوں یا پھر **قطعی الدلالۃ** ہوں مگر ظنی الثبوت ہوں یا ظنی الثبوت بھی ہوں اور ظنی الدلالۃ بھی ہوں ایسے مسائل، ضروریات دین میں شمار نہیں کئے جائیں گے''(۲)

حیف صد حیف! جماعت خوشتریہ کا قائد ''جام نفور'' کی شعبدہ بازیوں کا بازیگر، سچائی کی دنیا میں قدم رکھتے ہی حواس باختہ ہوگیا، جبھی تو ''ضروریات دین'' کے لئے ''**قطعی الثبوت قطعی الدلالۃ**'' ہونا لازمی ولابدی قرار دیتا ہے، شاید اسے لفظ ''ضروری'' و''ضروریات'' کے معنی ومفہوم کا بھی علم نہیں، اسی وجہ سے اپنے ظن وتخمین اور اندازہ کے مطابق اٹکل بازی کر رہا ہے کہ: (اس سلسلہ میں بڑی طویل بحثیں علماء نے اپنی کتاب میں لکھی ہیں)(۳) میں چند مختصر عبارتیں پیش کر رہا ہوں، جس سے -ان شاء اللہ تعالی- ضروریات دین کا معنی ومفہوم اور اس کی بے غبار تشریح نکھر کر سامنے آجائے گی اور طوالت مزعومہ کا بھرم بھی ٹوٹ جائے گا۔ شیخ الاسلام علامہ بیجوری ''**تحفة المرید علیٰ جوهرة التوحید**'' میں فرماتے ہیں:

(([الایمان] هو تصدیق النبی ﷺ فی کل ماجاء به وعلم من الدین بالضرورة ، ای: علم من ادلة الدین یشبه الضرورة فهو نظری فی الاصل الا انه لمااشتهر صار ملحقا بالضروری یجامع الجزم فی کل من العام والخاص

من غیرقبول للتشکیک)(۴)

یعنی: (ایمان) حضور نبی کریم ﷺ کی ہر اس امر میں تصدیق کرنا جسے لے کر آپ تشریف لائے اور جس کا دین سے ہونا بدیہی طور پر معلوم ہے، یعنی: دین کی ایسی دلیلوں سے معلوم ہو جو بدیہی کے مشابہ ہیں، لہٰذا درحقیقت یہ نظری ہے، مگر جب مشہور ومعروف ہو گیا تو بدیہی سے لاحق ہو کر ہر عام وخاص میں بلا شک وارتیاب جزم ویقین کا حامل وجامع ہو گیا۔

علامہ فضل رسول بدایونی فرماتے ہیں:

"ضروریات الدین" فمعناه انه اشترک فی معرفة اضافته الی الدین خواص اهل الدین، وعوامهم مع عدم قبول التشکیک"(۵)

یعنی: "ضروریات دین" کا مطلب یہ ہے کہ اس کے دین کی جانب منسوب ہونے کی معرفت میں اہل دین خواص وعوام کسی طرح شک وشبہہ کے بغیر یکساں شریک ہوں۔

ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

(قیل: الایمان هو التصدیق، ای قبول القلب واذعانه لماعلم بالضرورة انه من دین محمد ﷺ بحیث یعلمه الخاصة والعامة من غیر افتقار الی نظر و استدلال، وهو المختار عندجمهو الاشاعرة وبه قال الماتریدیة وغیره من الحنفیة)(۶)

یعنی: ایمان صرف تصدیق قلبی ہے، یعنی: دل کا اس امر کو قبول کرنا اور اذعان رکھنا جس کے بارے میں بدیہی طور پر معلوم ہو کہ وہ حضور محمد عربی ﷺ کے دین سے اس طرح ہے کہ ہر خاص وعام بغیر غور وفکر کے جانتے ہیں، یہی جمہور اشاعرہ کا پسندیدہ ہے، اور ماتریدیہ وغیرہ احناف یہی فرماتے ہیں۔

حضرت صدر الشریعۃ "ضروریات دین" کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

(ضروریات دین میں ائمہ وعلماء کا اختلاف نہیں ہو سکتا، یہ وہ مسائل ہیں کہ اس کے علم میں اہل علم اور غیر برابر ہیں، ہر ایک کو اس کا دین سے ہونا معلوم ہے، اور غیر اہل علم سے مراد یہاں وہ لوگ ہیں جو علماء کی صحبت پائے ہوئے ہیں)(۷)

اسید میاں چونکہ ازہر سے پڑھ کر آئے ہیں اس لئے شاید انھیں کسی غیر ازہری کی بات سمجھ میں نہ آتی ہو اس لئے میں چاہتا ہوں کہ " **جامعة الازهر کلیة الدراسات الاسلامیة والعربیة للبنین**" میں "عقیدہ وفلسفہ" کے مدرس ڈاکٹر ابراہیم محمد ابراہیم حریہ کی تحریر پیش کر دوں، ہو سکتا ہے ہماری نہ سہی انھیں کی سمجھ میں آجائے، ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں:

(المرادبماعلم من الدین بالضرورة، ای: ماعلم من ادلة الدین بماذاع و انتشربین المسلمین حتی صارالعلم بهامثل العلم الحاصل بالضرورة وان کان نظریافی الاصل الاانه اشتهروصار ملحقابالضروری بحیث یعلمه العامة من غیرافتقارالی نظرواستدلال کوحدانیة الله. تعالیٰ. وارسال الرسل و وجوب الصلوة، وحرمة الربا)(۸)

"**ماعلم من الدین بالضرورة** سے وہ امور مراد ہیں جو دین کے دلائل سے معلوم ومتیقن ہو کر مسلمانوں کے درمیان اس طرح مشہور ومعروف ہو گئے کہ ان کا علم ضرورت وبداہت سے حاصل شدہ علم کی طرح ہو گیا اگرچہ درحقیقت نظری ہیں، مگر مشہور ہو کر ضروری سے ایسے لاحق ہو گئے کہ اب انھیں عوام بغیر غور وفکر کے جانتے ہیں، جیسے: وحدانیت الٰہی۔ تعالی۔ رسولوں کی بعثت، نماز کا وجوب اور سود کی حرمت"۔

اکابر علماء کی مذکورہ مختصر اور جامع عبارتیں صراحت کے ساتھ بیان کر رہی ہیں کہ "ضروریات دین" مسلم عوام وخواص کے درمیان مشہور ومعروف امور کا نام ہے۔ جیسے: توحید باری تعالیٰ، وجوب نماز، اور حرمت شراب وغیرہ، انہیں جیسے مشہور ومعروف امور کو "ضروریات دین" کہا جاتا ہے، جن کی دلی تصدیق اور زبانی اقرار سے انسان مسلمان ہوتا ہے، اور جن کی تکذیب و انکار اور توہین واستخفاف سے کافر گردانا جاتا ہے۔ اتنی مختصر سی بات کو دور جدید کے "خود ساختہ" محقق نے کن علماء ومتکلمین کی کتابوں میں طول طویل بحثوں کی شکل میں دیکھا ہے؟ یہ تو صرف وہی بتا سکتے ہیں۔

''ضروری'' و ''قطعی'' کے درمیان فرق

ضروریات دین کی توضیح وتشریح کے بعد دیکھیں کہ حضرت شیخ مصر کے دارالافتاء سے اس کا کون سا معنی ومفہوم لے کر آئے ہیں، کیا واقعی کسی دالافتاء سے لائے ہیں یا قاہرہ کے ''**سوق شعبی**'' عوامی بازار سے اٹھالائے ہیں؟ فرماتے ہیں:

''ضروریات دین میں صرف وہی مسائل شمار کئے جائیں گے جو قطعی الدلالہ ہوں'' (۹)

شیخ مصری کا ''ضروری'' کی تشریح ''**قطعي الثبوت**'' سے کرنا، اصول ومنطق کی ابتدائی کتابوں اور معمولی معلومات سے بے بہرہ اور کورا ہونے کا بین ثبوت ہے، حضرت کو یہ بھی نہیں معلوم کہ ''ضروری'' اور ''قطعی'' کے درمیان عموم خصوص مطلق کی نسبت ہے، بہت سے قطعی ضروری وبدیہی نہیں ہوتے، لہٰذا جو قطعی ضروری وبدیہی نہیں وہ ضروریات دین میں شامل ہی نہیں، اسی وجہ سے علماء محققین ومتاطین اہلسنت کے نزدیک اس کے انکار سے تکفیر بھی نہیں۔

محقق حیث اطلق ابن الہمام ''**مسائره**'' میں اور علامہ فضل رسول ''**معتقد**'' میں فرماتے ہیں:

(واما مايثبت قطعاولم يبلغ حدالضرورة كاستحقاق بنت الابن السدس مع البنت الصلبية باجماع المسلمين ، فظاهر كلام الحنفية الاكفاربجحده فانهم لم يشترطوافى الاكفارسو ى القطع فى الثبوت،لابلو غ العلم حد الضرورة) (۱۰)

یعنی: اور رہا وہ امر جو قطعی الثبوت تو ہے مگر ضرورت اور بداہت کی حد تک نہیں پہونچ سکا، جیسے: مسلمانوں کے اجماع سے پوتی کا حقیقی (ایک) بیٹی کی موجودگی میں چھٹواں حصہ پانا، تو اس کے بارے میں احناف کا ظاہر (بلکہ صریحی) فرمان یہ ہے کہ اس کے انکار پر تکفیر ہے۔ کیونکہ ان حضرات نے تکفیر کے لئے صرف قطعی الثبوت ہونے کی ہی شرط لگائی ہے، بداہت کی حد تک پہونچنے کی نہیں۔

محقق مطلق اور سیف اللہ المسلول کی اس عبارت سے واضح ہے کہ کسی امر کا ''قطعی الثبوت''

ہونا اس کے ''ضروری'' ہونے کو مستلزم نہیں، بہت سے امور قطعی الثبوت تو ہیں مگر ضروری نہیں، جیسے: پوتی کا حقیقی ایک بیٹی کی موجودگی میں چھٹویں حصہ کا حقدار ہونا اجماع قطعی سے ثابت ہے، اس لئے یہ قطعی الثبوت تو ہے مگر ضروریات دین میں شامل نہیں، لہٰذا شیخ مصری کا ''**قطعي الثبوت قطعي الدلالة**'' کو مسائل ضروریات دین قرار دینا سراسر غلط اور جہالت ونادانی پر مبنی ہے۔

شیخ مصری کو درحقیقت کفر فقہی وکلامی اور لزومی والتزامی کا فرق معلوم نہیں، اسی وجہ سے انھوں نے ''ضروریات دین'' کی ''غیر ضروری'' تشریح کر ڈالی، ان کے بتائے ہوئے مسائل ضروریات دین کے انکار پر احناف کے نزدیک صرف تکفیر فقہی ہے، کیونکہ قطعی الثبوت کے انکار پر تکفیر فقہی ولزومی ہوتی ہے، تکفیر التزامی وکلامی نہیں، اس لئے کہ کسی امر قطعی کا منکر یہ کہہ سکتا ہے کہ یہ امر میرے نزدیک پایۂ ثبوت کو پہونچا ہی نہیں اس لئے میں نے انکار کیا۔

امام اہلسنت مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں:

(تحقيق المقام ان اكثرالحنفية يكفرون بانكار كل مقطوع به، كماهو مصرح فى ردالمحتاروغيره............. والمحققون لايكفرون الابانكار ماعلم من الدين بالضرورة بحيث يشترك فى معرفته الخاص والعام المخا لطون للخواص) (۱۱)

''تحقیق مقام یہ ہے کہ اکثر احناف ہر قطعی کے انکار پر تکفیر کرتے ہیں، جیسا کہ ''**ردالمحتار**'' وغیرہ میں صراحت کے ساتھ موجود ہے، اور محققین صرف اس امر کے انکار پر تکفیر کرتے ہیں جو دین سے اس طرح بداہت کے ساتھ معلوم ہو کہ خواص اور وہ عوام جو خواص سے ربط وضبط رکھتی ہے اس کی معرفت میں سہیم وشریک ہو''۔

امام اہل سنت کی تحقیق انیق بابنگ دہل اعلان کر رہی ہے کہ ضروریات دین سے ہونے کے لئے قطعی الثبوت ہونا کافی ووافی نہیں، یہی وجہ ہے کہ اس کے انکار سے محققین متاطین کے نزدیک تکفیر بھی نہیں۔

سچ تو یہ ہے کہ جناب شیخ خود پسندی وانا رکی میں اس حد کو پہونچ گئے ہیں کہ اب خود کو علم و فضل کے اس درجۂ بلند اور رتبہ عالی پر محسوس فرماتے ہیں کہ جہاں انھیں مطالعہ کر کے لکھنے کی ضرورت ہی نہیں بلکہ اب تو نظروں میں کسی دوسرے کی تحریر جچتی ہی نہیں، خود ہی فرماتے ہیں:

''مطالعہ سے ہماری طبیعت اب کچھ اکتا سی گئی ہے، ویسے کبھی کوئی معیاری تحریر پڑھنے کو دل چاہتا ہے تو خود کوئی مضمون لکھ لیتے ہیں''[۱۲]

یہ اعلان واقرار بتا رہا ہے کہ حضرت مطالعہ کئے بغیر ہی لکھتے ہیں، اور نتیجہ لوگوں کے سامنے ہے کہ ''قطعی'' کو ''ضروری'' اور ''ضروری'' کو ''قطعی'' کی منزل میں لا کھڑا کرتے ہیں۔ اور ضروری وضروریات کے لئے ثبوت کا تقاضا کرنے میں بھی شرم وعار محسوس نہیں فرماتے، حالانکہ اگر مطالعہ کیا ہوتا تو بآسانی سمجھ میں آجاتا کہ ضروری کے لئے ''قطعی الثبوت'' ہونا تو دور کی بات ہے اس کے لئے کسی ''سند وثبوت'' کی حاجت ہی نہیں ہوتی۔

امام نووی فرماتے ہیں:

(ان الصواب تقیده بمااذاجحدمجمعاعلیه من دین الاسلام ضرورة سواء کان فیه نص ام لا)[۱۳]

علامہ ابن حجر الهیتمی المکی فرماتے ہیں:

(اذاجحد مجمعاً علیه یعلم من دین الاسلام ضرورة سواء کان فیه نص اولافان جحده یکون کفراً)[۱۴]

امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

(ضروریات اپنے ذاتی روشن بدیہی ثبوت کے سبب مطلقاً ہر ثبوت سے غنی ہوتے ہیں، یہاں تک کہ اگر بالخصوص ان پر کوئی نص قطعی اصلاً نہ ہو جب بھی ان کا وہی حکم رہے گا کہ منکر یقیناً کافر، مثلاً: **عالم بجمیع اجزائه** حادث ہونے کی تصریح کسی نص قطعی میں نہ ملے گی غایت یہ کہ آسمان وزمین کا حدوث ارشاد ہوا ہے، مگر باجماع مسلمین کسی غیر خدا کو قدیم ماننے والا یقیناً کافر ہے............ تو وجہ وہی ہے کہ حدوث جمیع ماسوی اللہ ضروریات دین سے ہے کہ اسے کسی ثبوت خاص کی حاجت نہیں)[۱۵]

جناب شیخ! ہر ''قطعی الثبوت قطعی الدلالۃ'' ضروری نہیں اور ضروری کے لئے کسی نص وثبوت کی اصلاً ضرورت نہیں، متواتر ومشہور تو خود ہی علم یقینی کا باعث ہوتے ہیں، ان کے لئے آپ کو ثبوت فراہم کرنے کی کہاں سے سوجھی؟ کیا آپ نے ''**دار الافتاء المصرية**'' سے یہی سیکھا ہے؟ مطالبہ تو تھا جامع مانع تعریف کا، اور حال یہ کہ اپنی اشاراتی تعریف کی بندش ایسی ڈھیلی کی کہ غیر کا دخول ہو گیا، بے روک، ٹوک دخول غیر پر پابندی عائد کیجئے، لیکن ہمیں معلوم ہے کہ آپ کا مبلغ علم کتنا ہے؟ یہ آپ کے بس کی بات نہیں، جیسے ہی آپ حصار منع قائم کریں گے، دخول پر پابندی کریں گے، فوراً ہی خروج کا سلسلہ جاری ہو جائے گا، آپ تعریف مانع بنانے کی کوشش میں ہوں گے، اور نظر آئے گا کہ یہ تو جامع بھی نہیں ہے۔

''مقطعات ومتشابہات'' اسیدی تعریف کی بنیاد پر ''ضروریات دین'' سے خارج

اسید میاں! ضروریات دین کو قطعی الثبوت میں منحصر کر کے آپ نے جتنا بڑا جرم کیا ہے اس سے کہیں بڑا جرم "قطعی الدلالۃ" کہنے سے سرزد ہوا ہے، ماسبق کی گفتگو آپ کی اشاراتی تعریف ''قطعی الثبوت قطعی الدلالۃ'' کے پہلے حصہ یعنی: "قطعی الثبوت" پر مبنی تھی، اب میں آپ کے اشاراتی قلعہ کے دوسرے حصہ کو ڈھانے جا رہا ہوں، بلایئے! خوشتر منظر کو، اور دیکھئے، ان مناظر کی خوشتری کتنی کام آتی ہے؟ یہ فقہ وکلام کی دنیا ہے، یہاں بڑے بڑے خامہ تلاشوں کی جامہ تلاشی ہو جاتی ہے، میں آپ سے براہ راست سوال کرتا ہوں:

کیا کسی امر کا ضروریات دین میں شمار ہونے کے لئے "قطعی الدلالۃ" ہونا ضروری ہے؟ یقیناً آپ کا جواب اثبات میں ہوگا، کیونکہ آپ نے تحریر فرمایا ہے: ''جو قطعی الثبوت مگر ظنی الدلالۃ ہوں..........ایسے مسائل ضروریات دین میں شمار نہیں ہوں گے''

اب میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں، کیا آیات ''مقطعات'' و''متشابہات'' ضروریات دین میں سے ہیں؟ اگر آپ کا جواب اثبات میں ہو---اور نفی میں ہو بھی نہیں سکتا، کیونکہ یہ آیات قرآنیہ ہیں---تو پھر میں پوچھوں گا:

کیا آیات ''مقطعات ومتشابہات'' پر آپ کا ایمان ہے؟ اس سوال کا جواب بھی آپ یقیناً اثبات میں ہی دیں گے---ورنہ ایمان سے محروم قرار دیئے جائیں گے---اب میرا سوال یہ ہوگا:

آپ نے تو ازہر یونیورسٹی کے شعبۂ تفسیر وعلوم قرآن سے " الاجازة العالية '' حاصل کیا ہے، تو کیا آپ کو آپ کے اساتذۂ ازہر نے ''محکمات'' اور ''متشابہات'' کے درمیان کچھ فرق بتایا ہے؟ اگر آپ کہتے ہیں: جی ہاں، تو پھر میں پوچھوں گا:

آپ نے ''متشابہات'' سے کیا سمجھا ہے؟ یہی جو ''قطعی الدلالۃ'' ہوں، مفسرین وعلماء دین کو ان آیات متشابہات کے معانی قطعیہ ودلالات صریحہ کا خوب، خوب ادراک ہو؟ آیئے! ہم

آپ کو وہ پڑھا دیں جو آپ دنیا بھر کا چکر کاٹنے کے باوجود بھی نہ پڑھ سکے:

فخر الاسلام بزدوی (متوفی ۴۸۲ھ) اپنی کتاب ''الاصول'' میں فرماتے ہیں:

(فاماالمتشابه فلاطريق لدركه الاالتسليم فيقتضى اعتقادالحقية قبل الاصابة)[۱۶]

رہی بات متشابہ کی تو سر تسلیم خم کر دینے کے علاوہ اس کے جاننے کی کوئی راہ نہیں، لہٰذا یہ قیامت سے پہلے تک اپنی حقانیت کے اعتقاد کا خواستگار ہوتا ہے۔

شمس الائمہ سرخسی متوفی ۴۸۳ھ ''الاصول'' میں فرماتے ہیں:

(والحكم فيه اعتقادالحقية والتسليم بترك الطلب والاشتغال بالوقوف على المرادمنه)[۱۷]

اور اس کا حکم یہ ہے کہ اس کے معنی مراد کی جانکاری میں مشغولیت وطلب کو چھوڑ کر اس کی حقانیت کا اعتقاد قائم ہو۔

ابن قدامۃ المقدسی متوفی ۶۲۰ھ ''**لمعة الاعتقاد**'' میں فرماتے ہیں:

''وماشكل من ذالک وجب اثباته لفظاوترک التعرض لمعناه ونردعلمه الى قائله ونجعل عهدته الى ناقله اتباعاً لطريق الراسخين فى العلم الذين اثنى الله عليهم فى كتابه المبين بقوله سبحانه وتعالىٰ : (والراسخون فى العلم يقولون آمنابه كل من عندربنا)

وقال فى ذم مبتغى التاويل لمتشابه تنزيله: (فاماالذين فى قلوبهم زيغ فيبتغون ماتشابه منه ابتغاء الفتنة وابتغاء تاويله ومايعلم تاويله الاالله) فجعل ابتغاء التاويل علامة على الزيغ وقرنه بابتغاء الفتنة فى الذم ثم حجبهم عما املوه وقطع اطماعهم عماقصدوه لقوله سبحانه:[ومايعلم تاويله الاالله])[۱۸]

اور ان میں سے جو مشکل (متشابہ) ہیں اس کا لفظاً ثابت رکھنا اور ان کے معنی سے تعرض نہ کرنا واجب ہے، اور ہم ان کا علم قائل کی جانب پھیر دیں اور ان کی ذمہ داری ان کے ناقل پر **راسخین فی العلم** کے طریقہ کی پیروی کرتے ہوئے ڈال دیں جن کی مدح وثنا اللہ تعالیٰ

نے اپنی کتاب میں اپنے اس فرمان عالیشان سے فرمائی ہے:(**والراسخون فی العلم یقولون آمنابه کل من عندربنا**)

اوراپنے نازل فرمودہ آیات متشابہات کی تاویل کے خواستگار کی مذمت میں فرمایاہے:

(**فاماالذین فی قلوبهم زیغ فیبتغون ماتشابه منه ابتغاء الفتنة وابتغاء تاویله ومایعلم تاویله الاالله**) تواللہ تعالیٰ نے تاویل کی خواہش کوگمراہی کی علامت قراردیااور اسے برائی میں فتنہ کی خواہش کاقرین بنادیا، پھران لوگوں کوتاویل کی امید سے محروم اوران کے اس طمع کوجس کاانھوں نے قصدکررکھاتھااپنے اس قول سے ختم کردیا:(**ومایعلم تاویله الاالله**) .

محقق مطلق علامہ کمال ابن الہمام صاحب فتح القدیر متوفی ۶۸۱ھ "**مسایره**" میں فرماتے ہیں:

(**وحکم المتشابه انقطاع رجاء معرفة المراد فی هٰذاالدار والالکان علم**) (۱۹)

متشابہ کاحکم اس دنیامیں معنی مراد کی معرفت کی امید کامنقطع ہوجاناہے، ورنہ ضرور معلوم ہوگیاہوتا۔

صدرالشریعہ علامہ عبیداللہ بن مسعود متوفی ۷۴۷ھ اپنی مشہورزمانہ کتاب "**تنقیح**" میں فرماتے ہیں:

(**اولایدرک اصلاً فمتشابه ، والمتشابه کالمقطعات فی اوائل السور و الید والوجه ونحوهما، والمتشابه التوقف "ای : حکم المتشابه التوقف علی اعتقاد الحقیة عندنا"**) (۲۰)

یالفظ کی مرادقطعاً معلوم نہ ہوتومتشابہ ہے،اورمتشابہ جیسے:شروع سورتوں میں "مقطعات" و "ید"اور"وجہ"اوران جیسے دیگراورمتشابہ کاحکم توقف ہے،یعنی:ہمارے نزدیک اس کی حقانیت کااعتقادکرکے ٹھہرجاناہے۔

امام ابوالبرکات حافظ الدین عبداللہ ابن احمدالنسفی صاحب "**کنزالدقائق**" متوفی ۷۱۰ھ اپنی مشہورومقبول تصنیف "**منارالانوار**" میں فرماتے ہیں:

(**واماالمتشابه : فهواسم لماانقطع رجاء معرفة المراد منه، وحکمه اعتقاد**

الحقیة قبل الاصابة) (۲۱)

اوررہی بات متشابہ کی تو یہ ایسی بات کانام ہے جس کے معنی مراد کی امید معرفت ختم ہوچکی ہو، اوراس کاحکم قیامت سے پہلے تک حقانیت کااعتقادرکھناہے۔

علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ "**الاتقان**" میں فرماتے ہیں:

(**واماالاکثرون من الصحابة والتابعین واتباعهم ومن بعدهم خصوصاً اهل السنة فذهبواالی الثانی(عدم التاویل) ، وهواصح الروایات عن ابن عباس .**

قال ابن السمعانی : لم یذهب الی القول الاول (التاویل)الاشرذمة قلیلة.

قلت: ویدل لصحة مذهب الاکثرین مااخرجه عبدالرزاق فی تفسیره و الحاکم فی مستدرکه عن ابن عباس انه کان یقرء – ومایعلم تاویله الاالله – ویقول – الراسخون فی العلم – آمنابه – فهٰذایدل علی ان الواوللاستیناف لان هٰذه الروایة وان لم تثبت بهاالقرأة ،فأقل درجتهاان تکون خبراباسناد صحیح الی ترجمان القرآن فیقدم کلامه فی ذلک علی من دونه. ویؤید ذلک ان الآیة دلت علی ذم مبتغی المتشابه ووصفهم بالزیغ وابتغاء الفتنة وعلیٰ مدح الذین فوضواالعلم الی الله وسلمواالیه کمامدح الله المؤمنین بالغیب:

وحکی الفراء ان فی قراء ة ابی بن کعب ایضا: ویقول الراسخون.

واخرج ابن ابی داودفی المصاحف من طریق الاعمش قال فی قراء ة ابن مسعود: وان تاویله الاعندالله والراسخون فی العلم یقولو ن آمنابه.

واخرج الشیخان وغیرهماعن عائشة قالت: تلارسول الله ﷺ هذه الآیة "هوالذی انزل علیک الکتاب.الیٰ قوله – اولوالالباب – قالت: قالرسول الله ﷺ : فاذارأیت الذین یبتغون ماتشابه منه فاولئک الذین سمی الله فاحذرهم) (۲۲)

اکثرصحابہ وتابعین وتبع تابعین اوران کے بعدخصوصیت کے ساتھ اہلسنت کامذہب دوسرا

(یعنی: عدم تاویل) ہے، اور یہی حضرت ابن عباس کی اصح روایات ہے۔ ابن سمعانی نے کہا کہ: قول اول (یعنی: تاویل) کی جانب بہت ہی کم لوگ گئے ہیں۔

میں (سیوطی) نے کہا: اکثر کے مذہب کی صحت پر دلیل وہ روایت ہے جسے عبدالرزاق نے اپنی تفسیر میں اور حاکم نے مستدرک میں حضرت ابن عباس سے تخریج فرمائی کہ ان کی قرأت ہے، **-ومایعلم تاویله الاالله-ویقول – الراسخون فی العلم – آمنابه-** یہ دلیل ہے اس بات پر کہ واو استیناف کے لئے ہے (کیوں کہ اس صورت میں ''راسخون'' کا عطف کلمۂ جلالت پر ہو ہی نہیں سکتا کہ کہا جاسکے کہ: راسخین کو بھی علم ہے۔) اس روایت کے ساتھ اگر چہ قرأت ثابت نہیں مگر اس کا کم سے کم درجہ یہ ہے کہ خبر اسناد صحیح کے ساتھ ترجمان قرآن کی جانب منسوب ہے۔ لہٰذا اس سلسلہ میں ان کا یہ کلام دیگر پر مقدم ہوگا۔ اور آیت کریمہ اسی کی تائید کر رہی ہے کہ متشابہ کے خواستگار کی مذمت اور ان کے گمراہی وفتنہ کی خواستگاری سے متصف ہونے پر دلالت کر رہی ہے، اور ان لوگوں کی مدح پر دلالت کر رہی ہے جنہوں نے علم اللہ تعالیٰ کے سپرد اور اسی کے حوالے کر دیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ایمان بالغیب والوں کی مدح فرمائی ہے۔

فراء نے حضرت ابی بن کعب کی قرأت میں بھی **– ویقول الراسخون –** بیان کیا ہے، اور ابن ابی داؤد نے مصاحف میں اعمش کے طریق سے تخریج کی اور ابن مسعود کی قرأت میں **– وان تاویله الا عندالله والراسخون فی العلم یقولون آمنابه –** کہا۔

شیخین وغیرہ نے حضرت عائشہ سے روایت کی کہ انہوں نے بیان فرمایا کہ: رسول اللہ ﷺ نے اس آیت **–هوالذی انزل علیک الکتاب–** کی تلاوت فرمان الٰہی **–اولو الالباب–** تک فرمائی، انہوں نے کہا کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو متشابہ قرآن کے خواستگار ہیں تو ان سے بچو کہ یہی وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے متعین وموسوم فرمایا۔

امام سیوطی ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

(جمهور اهل السنة منهم السلف واهل الحديث على الايمان بها وتفويض معناها الى الله تعالىٰ، ولانفسرها مع تنزيهناله عن حقيقتها.

واخرج اللالكائى عن محمدبن الحسن قال: اتفق الفقهاء كلهم من المشرق الى المغرب على الايمان بالصفات من غيرتفسير ولاتشبيه، وقال الترمذى فى الكلام على حديث الرؤية: المذهب فى هٰذا عند اهل العلم من الائمة مثل سفيان الثورى ومالك وابن المبارك وابن عيينة ووكيع و غير هم انهم قالوا: نروى هٰذه الاحاديث كماجاءت ونؤمن بها، ولايقال كيف ولانفسر ولانتوهم.

وقال ابن الصلاح: على هٰذه الطريقة مضى صدرالامة وساداتها، واياها اختارائمة الفقهاء وقاداتها، واليه دعاائمة الحديث واعلامه ولااحد من المتكلمين من اصحابنايصدف عنهاويأباها.) [۲۳]

جمہور اہل سنت بشمول سلف واہل حدیث آیات صفات (متشابہات) پر ایمان رکھنے اور اس معنی کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنے کے عقیدہ پر ہیں اور یہ کہ ہم باری تعالیٰ کو اس کی حقیقت سے منزہ ماننے کے ساتھ اس کی تفسیر وتوضیح نہیں کریں گے۔

لالکائی نے حضرت امام محمد بن حسن الشیبانی سے تخریج کی کہ انہوں نے فرمایا: شرق وغرب کے سارے فقہاء آیات صفات (متشابہات) پر بلاتفسیر وتشبیہ ایمان رکھنے سے متعلق متفق ہیں، امام ترمذی نے حدیث رویت پر گفتگو کرتے ہوئے فرمایا: سفیان ثوری ومالک وابن مبارک وابن عیینہ اور وکیع وغیرہ اہل علم ائمہ کرام کا اس سلسلہ میں مذہب یہ ہے کہ ان حضرات نے فرمایا: ''یہ حدیثیں جیسی آئیں ہم روایت کرتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں، اور نہ کہا جائے کہ کیسے؟ نہ ہم تفسیر کرتے ہیں اور نہ ہی اوہام کا شکار ہوتے ہیں''۔

ابن صلاح نے کہا: اسی طریقہ پر صدر وسادات امت چلے اور اسی کو ائمہ فقہاء وقائدین نے پسند فرمایا اور اسی کی طرف ائمہ واعلام حدیث نے دعوت دی، ہماری جماعت سے ایسا کوئی متکلم نہیں جس نے اس میں حیرت یا انکار کیا ہو۔

شیخ احمد ملاجیون متوفی ۱۱۳۰ھ ''نورالانوار'' میں فرماتے ہیں: **(ای: اعتقاد ان المراد به حق وان لم نعلمه قبل يوم القيامة)** [۲۴]

یعنی: اس بات کا اعتقاد رکھنا کہ جو اس سے مراد ہے حق ہے اگرچہ ہمیں روز قیامت سے پہلے تک معلوم نہیں۔

علامہ فضل رسول بدایونی ''معتقد'' میں محقق ابن الہمام کی مذکورہ عبارت نقل کر کے صرف اتنا اضافہ فرماتے ہیں:

(پھر یہ حکم ہمارے نبی ﷺ کے علاوہ کے سلسلہ میں ہے) (۲۵)

اعلی حضرت فرماتے ہیں:

(لاعلم لنابمعناها، وهٰذاهو مسلک الائمة المتقدمين، وهو المختار المعتمدالحق المبين)

یعنی: ہمیں اس کے معنی کا کوئی علم نہیں، اور یہی متقدمین کا مسلک ہے، اور یہی پسندیدہ قابل اعتماد واضح حق ہے۔

شیخ محترم! پڑھا آپ نے محققین کا فیصلہ؟ یا ابھی بھی اسی دلالت قطعیہ کے افہام تفہیم میں سرگرداں ہیں، کچھ سمجھ میں آیا آپ کو؟ یا ابھی بھی اپنی تعریف اشاری کی جامعیت و مانعیت کی خامہ تلاشی میں مبتلا ہیں، ان فقہاء و متکلمین کی صراحت کے بعد آپ کی دونوں قطعیت منقطع ہو چکی ہے، قطعی الثبوت کے اشارہ سے تعریف مانع نہ رہی، اور قطعی الدلالۃ کے اشارہ سے مسائل ''ضروریات دین'' سے ''مقطعات و متشابہات'' کے خارج ہونے کے سبب تعریف جامع نہ رہی، اور اس طرح آپ کا انجام کار بد سے بدتر ہو گیا۔

محترم! فقہیات میں لغزش اعمال خراب کرتی ہے، اور علم کلام وعقائد میں لغزش ایمان خراب کرتی ہے، جو نا قابل معافی جرم ہے۔

آپ کی اس تعریف اشاری سے لازم آتا ہے کہ آیات قرآنیہ ''مقطعات'' و ''متشابہات'' ضروریات دین سے خارج ہوں اور جب یہ ضروریات دین سے خارج قرار پائیں گی، تو ان پر ایمان بھی ضروری نہ ہوگا، اور نہ ہی انکار کفر ہوگا، حالانکہ ان آیات پر ایمان، بلکہ ''مقطعات'' ہوں یا ''متشابہات'' و ''محکمات''، تمام قرآن پر ایمان ضروری ہے، خواہ اس کا معنی و مطلب اور مفہوم و دلالت سمجھیں یا نہ سمجھیں، بلکہ **بکل ماجاء به النبی وعلم من الدين بالضرورة**

پر ایمان لانا ہی ایمان ہے، ان میں سے کسی ایک کا انکار کفر ہے، اور آپ کی اشاری تعریف کی بنیاد پر ایک نہیں بلکہ ساری ''مقطعات و متشابہات'' آیتیں ضروریات دین سے خارج ہو گئیں تو اب آپ خود ہی فیصلہ کیجئے، ایسی تعریف، اور تعریف کرنے والے کا شرعی حکم کیا ہے؟ کہیں آپ دوسرے فرقوں کو دوزخ سے نکالنے اور ہلاکت سے بچانے کے چکر میں چکرا کر خود ہی قعر مذلت میں تو نہیں گر گئے؟

جناب شیخ! علماء کی طول طویل بحثیں پڑھیے، اور تعصب و تشدد کا شکار ہوئے بغیر سب کو پڑھیے، اور سمجھنے کی کوشش کیجئے، **الفضائل تعود الی الاوائل**، بزرگوں کا احترام سیکھئے، اور کچھ لکھنے سے پہلے نیت درست رکھئے، **انما الاعمال بالنیات، ولکل امرء ما نوی**، اور جو کچھ لکھئے اس میں جلد بازی سے کام نہ لیجئے، کیونکہ ہم پہلے روز ہی آپ کو پڑھا چکے ہیں:

فی التأنی سلامة وفی العجلة ندامة.

ایک التباس اور اس کی توضیح

متشابہ سے متعلق اہلسنت و جماعت کے اکابر علماء وائمہ کا تفصیلی موقف گزشتہ صفحات میں گزرا کہ ہمیں ان کے معنی مراد کا علم نہیں، جیسا کہ امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے اسے سلف صالح کا مذہب مختار بتاتے ہوئے پسندیدگی واعتماد کا اظہار فرمایا، کنز الفوائد شرح بحر العقائد میں متقدمین ومتأخرین کا مذہب بیان کرنے کے بعد تحریر ہے:

"وعلی کل حال ففی التفویض السلامة بعسر الوقوف علی شروط ذلک وکیف وھومذھب العلماء العاملین وسائر الاولیاء العارفین فمن حادعن ذلک کان من الزائغین بنص رب العالمین"[۲۷]

عدم تأویل اگرچہ مذہب اسلم واحوط ہے مگر متأخرین کی ایک جماعت نے ان آیات متشابہات کی تاویل کا قول کیا ہے۔

علامہ احمد ملاجیون رحمہ اللہ "نور الانوار" میں لکھتے ہیں:

"قال الشافعی وعامة المعتزلة : ان العلماء الراسخین ایضایعلمون تأویله"[۲۸]

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان "فتاوی رضویہ" میں فرماتے ہیں:

(اعتقاد اہل سنت کا وہ ہے جو ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

"الاستواء معلوم والکیف مجھول والایمان به واجب ،والسوال عنه بدعة "

استواء معلوم ہے اور کیف مجہول، اور اس پر ایمان واجب، اور تفتیش گمراہی۔

اہلسنت کے دو مسلک آیات متشابہات میں ہیں، سلف صالح کا مسلک تفویض کا، ہم نہ اس کے معنی جانیں نہ اس سے بحث کریں جو کچھ ان کے ظاہر سے سمجھ میں آتا ہے وہ قطعاً مراد نہیں اور جو کچھ ان کے رب کی مراد ہے ہم اس پر ایمان لائے۔

"وآمنا به کل من عند ربنا" ہم سب پر ایمان لائے، سب ہمارے رب کے پاس ہے۔

دوسرا مسلک متأخرین کا کہ حفظ دین عوام کے لئے معنی محال سے پھیر کر کسی قریب معنی صحیح کی طرف لے جائیں، مثلاً: استواء بمعنی استیلاء بھی آتا ہے۔

قد استوی بشر علی العراق — من غیر سیف اودم مھراق
تحقیق بشر عراق پر غالب آگیا — تلوار کے ساتھ خون بہائے بغیر

(کذا)(۲۹)

تحریر مذکور کے تناظر میں متأخرین کے مسلک کو دیکھتے ہوئے یہ التباس پیدا ہوسکتا ہے کہ چونکہ علماء کے ایک گروہ کے نزدیک متشابہ کا معنی علماء راسخین کو معلوم ہے، لہٰذا اسید میاں کا یہ کہنا کہ: ضروریات دین میں صرف وہی مسائل شمار کئے جائیں گے جو قطعی الثبوت قطعی الد لالۃ ہوں، مسلک متأخرین کو ترجیح دیتے ہوئے درست ہے، متقدمین کے مسلک کو مدنظر رکھ کر اسید میاں کے قول پر کسی طرح کا اعتراض قابل توجہ نہیں۔

در حقیقت یہ التباس متقدمین ومتأخرین کے درمیان منشاء اختلاف کا صحیح ادراک نہ ہونے پر مبنی ہے، متقدمین نے جس معنی کے عدم علم کا قول کیا ہے وہ ان آیات متشابہات کا معنی حقیقی و قطعی ہے جس کے معلوم ہوجانے کے بعد اس کا اعتقاد واجب ہوجاتا ہے، جبکہ متأخرین نے عوام کو ان آیات کے ظاہری معنی محال کے اعتقاد سے بچانے اور ان کے دین کی حفاظت و صیانت کے لئے لغت وشریعت کی مراعات کے ساتھ ظاہری معنی سے گریز کر کے ایک صحیح ودرست معنی کی تعیین کی ہے، تاکہ لوگ اس کے ظاہری معنی کے مراد ہونے کو ترجیح دے کر گمراہیوں کا شکار نہ ہوجائیں، یہی وجہ ہے کہ علماء اہل سنت نے اس اختلاف کو نزاع لفظی سے تعبیر کیا ہے، اور ان دونوں مسالک کے درمیان محاکمہ کرتے ہوئے کچھ اس طرح تطبیق دی ہے کہ تاویل دو طرح کی ہوتی ہیں: ایک یہ کہ معنی مرجوح کو کسی دلیل وغیرہ کی وجہ سے راجح قرار دیا جائے، دوسرے یہ کہ اس کا معنی حقیقی وقطعی بیان کردیا جائے۔ متقدمین نے جس معنی کے جاننے سے انکار کیا ہے وہ معنی حقیقی وقطعی ہے اور متأخرین نے جس کے جاننے کا اقرار کیا ہے وہ معنی مرجوح ظنی ہے۔ لہٰذا ان کے درمیان اختلاف ظاہری اور نزاع لفظی ہے۔

غایۃ التحقیق میں ہے:

"ثم ماقیل لااختلاف فی ھٰذہ المسئلة فی الحقیقة لان من قال بان الراسخ فی العلم یعلم تاویله ارادبه انه یعلم ظاهر الاحقیقة ومن قال انه لایعلمه حقیقة وانما ذالک الی الله تعالیٰ"(۳۰)

ملا احمد جیون رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

"وھٰذانزاع لفظی لان من قال: یعلم الراسخون تاویله، یریدون :یعلمون تاویله الظنی ومن قال: لایعلمون الراسخون تاویله، یریدون : لایعلمون التاویل الحق الذی یجب ان یعتقد علیه"

خود جماعت خوشتر یہ کے فتنہ ساز ماہنامہ "جام نور" کے "سابق مفتی اعظم" حضرت علامہ مفتی آل مصطفیٰ صاحب قبلہ اشرفی نے بھی "توضیح تلویح" کے حاشیہ میں اس کی تطبیق کو شرح و بسط کے ساتھ بیان کرتے ہوئے شرف قبولیت سے بہرہ ور فرمایا ہے۔(۳۲)

بہر حال جن لوگوں نے بھی ان آیات کی تاویل کی ہے اور ان کے معانی بتائے ہیں وہ سارے معانی مظنونہ اور دلالات ظنیہ ہیں، یہی وجہ ہے کہ ایک ہی آیت کی مختلف ترجمانی و تاویل کی گئی ہے۔ ہر ایک اپنے ظن وتخمین کے مطابق تاویل کرتا ہے۔ کوئی کچھ معنی بتاتا ہے تو کوئی کچھ اور۔ لہٰذا اسید میاں کا "قطعی الدلالة" والا قول ظنی الدلالہ والے مذہب متأخرین کے بھی موافق نہیں اور اس طرح متقدمین ومتأخرین دونوں مسالک سے مختلف اسید میاں کا ایک تیسرا فاسد مسلک ہے جو قطعی طور پر دین میں رخنہ ڈالنے کا باعث اور تشویشات شنیعہ کا موجب ہے۔ جیسا کہ اسید میاں اپنے تحقیقی مطالعہ کی خامہ تلاشی کرتے ہوئے خود ہی لکھتے ہیں:

("حدیث افتراق امت تحقیقی مطالعہ کی روشنی میں" تحقیقی ضرور تھا مگر تھوڑا سا "تشویشی" بھی ثابت ہوا)(۳۳)

حواشی

(۱) حدیث افتراق امت تحقیقی مطالعہ کی روشنی میں، ص۶۲

(۲) بحوالہ مذکور

(۳) بحوالہ مذکور

(٤) تحفة المرید علی جوهرة التوحید المعروف بحاشیة الباجوری، تالیف: شیخ الاسلام ابراهیم بن محمد البیجوری، ص ۲۷-۲۸، ناشر: ابناء غلام رسول السورتی تجار الکتب، ممبائی-

(۵) المعتقد المنتقد، للعلامة فضل رسول البدایونی، ص۱۹٤، ط: رضا اکادیمی ممبئی-

(٦) بحوالہ مذکور

(۷) فتاوی امجدیہ، تصنیف صدر الشریعہ علامہ محمد امجد علی صاحب اعظمی قدس سرہ العزیز، تبییض: مولانا عبدالمنان صاحب کلیمی، ترتیب وتعلیق: مولانا آل مصطفی مصباحی، ۳۸۵/٤، ناشر: دائرۃ المعارف الامجدیہ، قادری منزل، گھوسی ضلع مئو یوپی، بار اول، ۱٤۱۷ھ-۱۹۹۷ء

(۸) الرائد السدید فی شرح جوهرة التوحید، تالیف: الدکتور ابراهیم محمد ابراهیم حریبة مدرس العقیدة والفلسة بالکلیة، جامعة الازهر کلیة الدراسات الاسلامیة والعربیة للبنین بالقاهرة، الطبعة الثانیة، ۱٤۰۵ھ-۱۹۸۵م (المطبعة غیر موجودة)، ۹/۱-۱۱۰

(۹) حدیث افتراق امت ....، ص۶۲

(۱۰) المسایرة للعلامة الکمال بن الهمام الحنفی، متوفی ۶۸۱ھ- مراجعة وتعلیق: محمد محی الدین عبدالحمید، ص۱۸۳، ط: المطبعة المحمودیة التجاریة بمصر، الطبعة الاولی، والمعتقد، ص۲۱۲-

(۱۱) المستند المعتمد، للامام احمد رضا القادری البریلوی، متوفی ۱۳٤۰ھ- ص۱۹۵، ط برهامش المعتقد، رضا اکادیمی، ممبائی-

(۱۲) خامہ تلاشی، ابو الفیض معینی (اسید کا فرضی نام)، ص ۷۳، ادارۂ فکر اسلامی، دھلی، بار اول ۲۰۰۹ء-

(۱۳)، (۱٤) الاعلام بقواطع الاسلام، للامام ابن حجر المکی، ص۲۵۲، ط: مع سبل النجاة، المکتبة الحقیقیة، استنبول، ترکی-بحوالہ فتاوی رضویہ، ۱۶۶/۱٤

(۱۵) فتاوی رضویہ، تصنیف: امام احمد رضا قادری بریلوی رحمة اللہ تعالیٰ علیہ، ۱۶۶/۱٤، ناشر: رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ، اندرون لوھاری دروازہ، لاھور، جمادی الاخریٰ ۱٤۱۹ھ- ستمبر ۱۹۹۸ء

(۱۶) الاصول، لفخر الاسلام البزدوی، متوفی ٤۸۲ھ- ۸۸/۱، المطبوع مع شرحه کشف الاسرار، وضع حواشیه: عبدالله محمو محمد عمر، ط: دار الکتب العلمیة بیروت، سنة ۱٤۱۸ھ/۱۹۹۷م، الطبعة الاولیٰ -

(١٧) اصول شمس الائمة محمدبن احمدبن سہل السرخسی الحنفی- متوفی ٤٨٣ھ ، ص١٧٥، www.al-mostafa.com

(١٨) لمعة الاعتقاد الهادی الی سبیل الرشاد، لابی محمدعبدالله بن احمد بن قدامة المقدسی ، ص٣، www.al-mostafa.com

(١٩) المسایرة ، ص ١٨-١٩

(٢٠) التوضیح فی حل غوامض التنقیح ، لصدرالشریعة عبیدالله بن مسعودبن تاج الشریعة الحنفی البخاری رحمه الله -المتوفی سنة ٧٤٧ھ، ص ١٣٥-١٣٦، وحاشیته الوجیزة المنیر التوضیح: لفضیلة الاستاذ المفتی آل مصطفی المصباحی ، عنی باعدادالحواشی والطبع والنشر: مجلس البرکات، الجامعة الاشرفیة، مبارک فور اعظم جرة، الهند-

(٢١) منارالانوارللامام ابی البرکات عبدالله بن احمدبن محمودالنسفی-متوفی ٧١٠ھ- ، ص٩٧، ط: مع شرحه نورالانوار، رضااکیڈمی ممبئی-

(٢٢)، (٢٣) الاتقان فی علوم القرآن ، تالیف: شیخ الاسلام جلال الدین عبدالرحمٰن السیوطی الشافعی- المتوفی سنة ٩١١ھ- ٤/٢-٥، ٧-٨، ط: محمدعبدالعزیزالسورتی واولاده، اصحاب المکتبة والمطبعة، ابناء غلام رسول السورتی تجارالکتب، جاملی محله، ممبئی، مطبع اصح المطابع ،ممبئی-

(٢٤) نورالانوار، للشیخ احمدملاجیون -متوفی ١١٣٠ھ- ص٩٧، ط: رضااکیڈمی، ممبئی-

(٢٥) المعتقد، ص٢١٢

(٢٦) المستند، ١٩٥

(٢٧) کنزالفوائدشرح بحرالعقائد، کلاهماتالیف: ابراهیم بن حسن میرغنی الحسینی الحنفی، ص ١٨٨، والکتاب محفوظ فی جامعة ریاض، المکتبة المرکزیة، قسم المخطوطات، تحت رقم: ل ٠ أ ٢١٤

(٢٨) نورالانوار، ص ٩٧

(٢٩) فتاوی رضویه، ١١٧/٢٩

(٣٠) غایة التحقیق شرح الحسامی المعروف بغایة التحقیق، تالیف: العلامة عبدالعزیزبن احمد بن محمدالبخاری، ص ٣٢، ط: قد طبع فی المطبع الذی نسب الی منشی نول کشور، الواقع فی اللکنؤ-

(٣١) نورالانوار، ص ٩٧

(٣١) نورالانوار، ص ٩٧

(٣٢) ینظر: منیرالتوضیح ، لفضیلة الاستاذ آل مصطفی المصباحی ، ص ٢٥، ط: مع التوضیح من مجلس البرکات-

(٣٣) خامه تلاشی، ص ٧٥

اسید میاں کی صلح کلیت

مولوی اسیدالحق صاحب بدایونی نے اپنے اس مقالہ میں گمراہ اور گمراہ گر فرقوں سے متعلق ڈھیر ساری حیل وحجت کے بعد آخری چند صفحات فرقۂ ناجیہ کی تعریف وتشریح کے لئے درج ذیل الفاظ میں مخصوص کیا ہے:

''یہ مقالہ ادھورہ رہے گا اگر اس میں ''فرقۂ ناجیہ'' کی تعریف اور ''ما انا علیه و اصحابی'' کی تشریح نہ کی جائے ،مگر یہ بحث تفصیل طلب ہے جس کے لئے ایک مستقل مقالہ درکار ہے، یوں تو ہر فرقہ کا یہی دعوی ہے کہ وہ فرقہ ناجیہ ہے''(١)

مذکورہ عبارت پڑھ کر یہی سمجھ میں آتا ہے کہ اب یہاں اسید میاں فرقہ ناجیہ کا تعین فرمائیں گے اور حق پرست جماعت کو تمام باطل اور ہلاکت پذیر، دوزخی فرقوں سے ممتاز کر دکھائیں گے ،مگر افسوس کے ساتھ لکھنا پڑتا ہے کہ ان کا پورا مقالہ پڑھ جایئے آپ کو باطل فرقوں کے لئے نجات وفرار کی راہیں تو دکھائی دیں گی ،مگر کہیں اہل حق کا تعین ہوتا نظر نہ آئے گا، دیکھئے ذرا! لکھتے ہیں:

''محقق دوانی سمیت عام طور پر علماء نے فرقہ ناجیہ ''اشاعرہ'' کو قرار دیا ہے،مگر مشکل یہ ہے کہ آج ''اشعریت'' کے دعویدار خود بے شمار فرقوں میں تقسیم ہو گئے ہیں،اور یہ انقسام ایسا ہے کہ بعض بعض کی تکفیر یا علی الاقل تذلیل سے کم پر راضی نہیں ہیں''(٢)

کیا آپ کو اسید میاں کی یہ تحریر پڑھ کر محسوس نہیں ہوتا کہ اشاعرہ کے مختلف فرقوں میں تقسیم ہو جانے کی وجہ سے ان میں حقانیت کا تعین اسید میاں کے لئے دشوار ہو گیا ہے؟ بے چارے کو خبر ہی نہیں کہ حق کیا ہے؟ اور حق پر کون ہے؟ کیا یہ تحریر محقق دوانی اور عام طور علماء کی بتائی ہوئی راہ میں شک وشبہہ پیدا کرنے کی سازش معلوم نہیں ہوتی ؟ کیا یہ مذہب اہل سنت سے انحراف اور اس پر کھلا ہوا اتہام نہیں؟

محقق دوانی اور عام طور پر علمائے حق نے باطل فرقوں کے مدمقابل اشاعرہ کی حقانیت کا جو قول کیا ہے،اس سے مراد اہل سنت وجماعت ہیں، کیونکہ ایسی جگہوں پر خاص طور سے

اشاعرہ بول کر ''ماتریدیہ'' اور ''اشاعرہ'' دونوں مراد ہوتے ہیں، شرح عقائد کی شرح ''نبراس'' میں ہے:

(ویسمی مجموع الفریقین بالاشاعرۃ تغلیباً لاسم ابی الحسن الاشعری، لانہ اشھر واکثر علماً بالدقائق والدلائل) (٣)

یعنی: امام ابوالحسن اشعری کو فوقیت دیتے ہوئے فریقین ''ماتریدیہ، اشاعرہ'' دونوں کے مجموعہ کو اشاعرہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے، اس لئے کہ اشعری زیادہ مشہور ہیں اور علمی باریکیوں اور دلیلوں کے زیادہ جانکار بھی۔

اب اگر اسید میاں کی بات تسلیم کر لی جائے کہ اہل حق اتنے فرقوں میں تقسیم ہو گئے کہ ان میں حق کی شناخت دشوار ہو گئی تو لازم یہ آئے گا کہ فرقہ ناجیہ بھی نجات یافتہ نہ ہو کر اپنے عقائد میں مشکوک ہو جائے، بہتر فرقے تو اہل نار میں سے تھے ہی اور اسید صاحب کی زبان میں اب اس تہترویں فرقہ کے لئے بھی حق کی شناخت مشکل ہے۔ لہٰذا اس پوری امت اجابت میں کوئی بھی گمرہی سے خالی نہ رہا، اور اس طرح فرقہ ناجیہ کا فیصلہ ہی کھٹائی میں پڑ گیا۔ یہ ہے اسید میاں کا تحقیقی مطالعہ جو آج تک خود انہیں کو حق کی پہچان نہ کروا سکا، اب ان سے پوچھا جائے کہ خود آپ کے عقائد کیا ہیں؟ آپ کا مذہب کلامی کیا ہے؟ چلتے چلتے اسید میاں نے اپنے معلم عقائد کا صحیح پتہ بھی بتا دیا ہے۔ لکھتے ہیں:

''ہمارے ایک استاذ پروفیسر عبدالمعطی بیومی (صدر شعبۂ عقیدہ، فیکلٹی آف اصول الدین، الازھر الشریف) فرمایا کرتے تھے:

میں نے اسلامی فرقوں کے مسائل خلافیہ اور ان کے دلائل کا لگ بھگ ٣٠؍سال تک نہایت گہرائی اور سنجیدگی سے مطالعہ کیا ہے، اس کے بعد اس نتیجہ پر پہونچا ہوں کہ ان میں ٩٠؍فیصد اختلافات فروعی ہیں یا پھر نزاع لفظی کی قبیل سے ہیں، دوسرا یہ کہ کسی ایک فرقہ کے تمام عقائد واعمال سے از اول تا آخر اتفاق کرنا ذرا مشکل ہے، کیونکہ افراط وتفریط ہر طرف ہوئی ہے اور عصمت انبیاء کے لئے ہے'' (٤)

جناب اسید کا اپنے محبوب استاذ کے ان ہرجائی کلمات پر فریفتگی کا انداز تو دیکھئے کہ کس طرح

انہوں نے اپنے استاذ کے ساتھ وفاداریوں کا ثبوت دیا ہے؟ اور کس طرح اپنی تائید بے جا دبے لفظوں میں سہمے ہوئے پیش کیا ہے؟ اور اپنے اس ناواقف بے توفیق استاذ کو حجۃ الاسلام امام غزالی کا ہم خیال وترجمان قرار دیا ہے؟ کہتے ہیں:

''بظاہر یہ بات تو آزاد خیالی پر مبنی معلوم ہوتی ہے'' (٥)

ذرا دیکھئے تو سہی! پہلے لکھا کہ استاذ ''فرمایا کرتے تھے'' یعنی: یہ اتفاقاً کوئی ایک بار کی بات نہیں ہے، بلکہ بار بار، لگاتار ''**کان یدس السم فی العسل**'' شہد میں زہر ملا کر چٹایا کرتے تھے، آئے دن اپنے مسموم افکار اور مذموم اعمال دہرایا کرتے تھے، اور جناب عالی شیخ الہند بنے بے ہوش، گوش سماعت لگائے ہاں میں ہاں ملایا کرتے تھے جب زہر سرایت کر گیا، تو استاذ اور ان کے فرمودات کی یاد ستانے لگی، اور بے محابا قلم رواں دواں ہو گیا، مگر سرزمین ہند پر مسلک اعلیٰ حضرت کے ماننے والوں میں قلم کی روانی دکھانی ذرا دشوار ہوئی، تو لکھ مارا: ''بظاہر یہ بات آزاد خیالی پر مبنی معلوم ہوتی ہے'' یعنی: معلوم تو ہوتی ہے مگر ہے نہیں، باطن میں خیال کی آزادی سے محروم ہے، درحقیقت قانون کی پابند ہے، لکھتے ہیں: (ضروری نہیں کہ ہمیں استاذ محترم کی اس بات سے اتفاق ہو) (٦) ضروری نہیں مگر ممکن تو ہے، درپردہ اتفاق ہو بھی سکتا ہے، اور اگر اتفاق نہیں تھا تو یہ مہمل اور بے معنی نظریہ آخر آخر میں پیش کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی؟ آگے لکھتے ہیں: (مگر ہمارے اتفاق یا اختلاف سے قطع نظر) (٧) اپنے اتفاق واختلاف سے نظر کو قطع کر کے استاذ محترم کی طرف نظریں مرکوز کرا دینا چاہتے ہیں، کیونکہ ''**البعرۃ تدل علی البعیر**'' جیسا گرو ویسا چیلا، لکھتے ہیں:

''اگر بغور اس بات کا جائزہ لیا جائے تو کیا امام غزالی کے مذکورہ بالا نظریات کی صدائے بازگشت نہیں معلوم ہوتی؟'' (٨)

آپ بتائیے! حجۃ الاسلام امام غزالی کے نظریات کی صدائے بازگشت سے کس کو گریز ہوگا؟ اور جب بیومی کی بات غزالی کی صدائے بازگشت ہے تو سب کو اس سے اتفاق کر لینا چاہیئے، ایک اسید کیا سبھی اس سے متفق ہو جائیں گے، حیرت ہے کہ انھیں جس بات سے اتفاق ضروری نہیں وہی بات ان کے کانوں میں امام غزالی کی صدائے بازگشت بنکر سنائی دینے لگی۔

دیکھئے کیا کیا دکھائے اورابھی دیوانہ پن ☆ ایک ہی رخ سامنے آیا ابھی تصویر کا

آپ ذرا غور سے ایک بار پھر بیومی کی عبارت پڑھئے، اور پھر دیکھئے امام غزالی کا فرمان، امام فرماتے ہیں:

''شاید وہ تمام مذاہب میں مذہب اشعری کی طرف مائل ہے، اور گمان کرتا ہے کہ جو کچھ اشعری نے کہا ہے اس کی مخالفت کفر جلی ہے''(۹)

یعنی: امام غزالی مذہب اشعری کے ماننے والے کسی شخص کے متعصّبانہ رویہ کی تردید فرمارہے ہیں کہ اشعری کی مخالفت سے کوئی کافر نہیں ہوتا، اسے کفر جلی کا مرتکب نہ بتاؤ، امام غزالی فرمانا چاہتے ہیں کہ ضروریات دین کے انکار کے بغیر تم اسے کافر کیوں بتارہے ہو؟ مذہب کلامی کے ائمہ میں سے کسی سے عدم اتفاق جبکہ ضروریات دین کا انکار نہ ہو موجب کفر نہیں، اب ذرا بیومی استاذ بدایونی کو دیکھئے کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں؟ کہتے ہیں: تمام فرقوں میں اختلاف نوے فیصد یا تو فروعی ہیں یا نزاع لفظی کے قبیل سے ہیں، یعنی: معطلہ، مجسمہ، جبریہ، قدریہ یا یوں کہئے: خوارج، روافض، معتزلہ وغیرہ اور اہل سنت وجماعت کے درمیان اختلافات فروعی ہیں یا نزاع لفظی، اور ان میں سے کسی ایک سے پورے طور پر اتفاق نہیں کیا جاسکتا، خواہ وہ اہل سنت وجماعت ہی کیوں نہ ہو، اس کا صاف معنی یہ ہے کہ استاذ وشاگرد- بیومی واسید- کو نہ تو اہلسنت وجماعت سے مکمل طور پر اتفاق ہے اور نہ ہی دیگر فرق باطلہ سے مکمل طور پر گریز وبرأت، بلکہ ان -حق وباطل- فرقوں کی جن بعض چیزوں سے اتفاق کیا جاسکتا ہے وہ سب میں مشترک ہیں -لہٰذا کسی ایک کا پیروکار نہ ہو کر سب سے کچھ نہ کچھ اخذ وترک کیا جائے اور سب کی کھچڑی پکا کر صلح کلیت پرستوں کے سر چڑھا دی جائے، اور جب تمام فرقوں میں حق وباطل مشترک ہے تو اب کسی ایک کی تضلیل وتکفیر بھی نہیں ہوسکتی،، تضلیل یا تکفیر ہوگی تو سب کی ورنہ پھر کسی کی نہ ہوگی- یہ ہے شیخ مصری وبدایونی کا ''صلح پسندانہ'' کارنامہ، **-لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم-**

اسید میاں نے اپنے اس مختصر سے کتابچہ میں نہ جانے کتنے مسلمات ومقررات کی دھجیاں اڑائی ہیں، اور نہ جانے کیسے، کیسے گل کھلائے ہیں، جگہ جگہ ان کی قلابازیاں دیکھ کر یہی احساس

ہوتا ہے کہ یا تو انہیں علم کلام کی کتابیں سمجھنے کی توفیق ہی نہیں ملی اور شوق تحقیق وہوس شہرت میں بہکی بہکی باتیں کرنے لگے، یا پھر ان کا باطن ظاہر کے بالکل برخلاف ہے اور یہ در پردہ اس آزادیٔ خیال کا شکار ہیں جو ان کے مصری استاذ نے انہیں سکھا رکھی ہیں، ہماری بات کی تصدیق کے لئے ان کی ایک عبارت پڑھئے، لکھتے ہیں:

''جہاں تک بات فرقہ ناجیہ کو اشاعرہ پر منحصر کرنے کی ہے اس طور پر کہ مذہب اشعری کی مخالفت کفر وضلالت ہو تو اس کا امام غزالی نے ایسے جارحانہ انداز میں رد کیا ہے کہ اگر امام غزالی کی وہ عبارت زید وبکر کے نام سے کسی دارالافتاء میں بھیج دی جائے تو شاید آج کل کے صاحبان افتاء زید کے ضال ومضل ہونے کا فتوی صادر فرما کر اس کو تجدید ایمان، تجدید نکاح اور تجدید بیعت وغیرہ کا مشورہ دے ڈالیں، امام غزالی فرماتے ہیں:

''شاید وہ تمام مذاہب میں سے مذہب اشعری کی طرف مائل ہے اور گمان کرتا ہے کہ جو کچھ اشعری نے کہا ہے اس کی مخالفت کفر جلی ہے''(۱۰)

حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ تعالی علیہ مذہب اشعری کی مخالفت وعدم موافقت پر اصلا کوئی گفتگو ہی نہیں فرمارہے ہیں، بلکہ وہ اس مذہب کے امام حضرت ابوالحسن اشعری کی مخالفت کو ''کفر جلی'' کہنے کا رد وابطال فرمارہے ہیں، اور اسید صاحب کہتے ہیں کہ: ''مذہب اشعری کی مخالفت کفر وضلالت ہو تو اس کا امام غزالی نے ایسا جارحانہ انداز میں رد کیا ہے'' امام غزالی نے مذہب اشعری کی مخالفت کو ''ضلالت'' کہے جانے کا جارحانہ رد تو دور کی بات ہے سرے سے رد ہی نہیں فرمایا ہے، یہ سراسر آپ کی بہتان تراشی ہے، امام غزالی نے امام اشعری کی مخالفت کو کفر جلی کہے جانے کا رد فرمایا ہے- اور بھلا وہ مذہب اشعری کی مخالفت کو ''ضلالت'' کہے جانے کا رد بھی کیسے کرسکتے تھے، اس لئے کہ علماء حق کا مذہب ہی یہی ہے کہ جو اہلسنت وجماعت -ماتریدیہ واشاعرہ- کا مخالف ہے، اور ان کے برخلاف عقیدہ رکھتا ہے، وہ بدعتی، گمراہ اور ضال ہے-

علامہ سعد الملۃ والدین شرح مقاصد میں فرماتے ہیں:

''وهو من خالف في العقيدة طريقة السنة والجماعة''(۱۱)

اور یہ (مبتدع) وہ شخص ہے جس نے عقیدہ میں سنت و جماعت کے طریقہ کی مخالفت کی۔

آپ ہرگز یہ نہیں کہہ سکتے کہ گفتگو اشاعرہ کے بارے میں ہو رہی تھی یہ ماتریدیہ کہاں سے شامل ہوگئے؟ اس لئے کہ میں نے پہلے ہی صاحب نبراس علامہ فرہاروی کا قول نقل کردیا ہے کہ اشاعرہ بول کر ایسی جگہوں میں اہل حق مراد ہوتے ہیں۔

آپ کے جدامجد علامہ فضل رسول بدایونی جو آپ کے اسی کتابچہ کے معتمد وثقہ عالم دین ہیں ان کے معتمد وثقہ حضرت علامہ ابراہیم اللقانی علیہ الرحمہ کی اس کتاب کا حوالہ دینے جارہا ہوں جن کی اسی کتاب سے آپ کے دادا کے دادا نے ایک سے زائد جگہ حوالہ دیا ہے۔

علامہ لقانی فرماتے ہیں:

”کلمة اهل الحق متفقة على الخروج من عهدة التكليف الايمانى بجزم العقيدة بمايوافق احدالمذهبين“[۱۲]

یعنی: اہل حق کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ایمانی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کے لئے ایسے عقیدہ کا جزم و یقین ہونا ضروری ہے جو دونوں مذہبوں (ماتریدی واشعری) میں سے کسی ایک کے موافق ہو۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں:

”محاورہ قرآن وحدیث میں وہی (جماعت اہل سنت) مومنین ہیں، **کمابینه الامام صدرالشريعة فى التوضيح ، والملاعلى القارى فى المرقاة شرح مشكوٰة**“[۱۳]

اور ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں:

”اہلسنت صدہا سال سے چار گروہ میں منحصر ہیں جو ان سے خارج بدعتی ناری ہے“[۱۴]

صدرالشریعہ حکیم امجد علی مصنف بہار شریعت فرماتے ہیں:

”حضرت ابومنصور ماتریدی اور حضرت امام ابوالحسن اشعری رضی اللہ عنہما نے جو سنیوں کے عقائد بیان فرمائے ہیں اون پر عقیدہ رکھے اور اب یہ گروہ چار مذاہب میں منحصر ہے، حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی، اور جو ان چاروں سے باہر ہے باطل پر ہے۔

علامہ سید احمد طحطاوی حاشیہ درمختار میں فرماتے ہیں:

”وهٰذه الطائفة الناجية قداجتمعت اليوم فى مذاهب اربعة وهم: الحنفيون والمالكيون والشافعيون والحنبليون رحمهم الله تعالى ومن كان خارجاعن هٰذه الاربعة فى هٰذالزمان فهومن اهل البدعة والنار“[۱۵]

اسید میاں کی تضاد بیانی

کسی مسئلہ کی تحقیق کا طریقہ یہ ہے کہ نتیجہ کا تعین کئے بغیر اس مسئلہ سے متعلق موافق ومخالف ہر طرح کے نصوص ونظریات کی تلاش وجستجو کی جائے، اس کے بعد جمع شدہ مواد میں غور وفکر کر کے جو قابل ترجیح ہو اسے راجح قرار دیا جائے اور جو مرجوح ہو اس کا ضعف بیان کر کے دونوں طرح کے نظریات کو مدنظر رکھتے ہوئے جو رائے قائم ہو واضح لفظوں میں دلائل کے ساتھ بیان کر دی جائے۔

کچھ لوگ اپنی خواہش کے مطابق پہلے ہی سے ایک نظریہ قائم کر لیتے ہیں، اور ان کی اس خواہش کے بہت سے اسباب وعوامل ہو سکتے ہیں، کبھی مسلکی تعصب اس کا باعث ہوتا ہے، تو کبھی انانیت ونفس پرستی سبب ہوتی ہے، کبھی کسی کے بارے میں حسن اعتقاد اس امر پر آمادہ کرتا ہے، کبھی کسی عداوت ونفرت کی وجہ سے اس طرح کی خواہش جنم لیتی ہے، کبھی دنیوی و شخصی منفعت ومصلحت اس کی طرف راغب کراتی ہے، کبھی حسد وکینہ کی وجہ سے ایسا ہوتا ہے، کبھی شہرت ومقبولیت پسندی میں انفرادیت قائم کرنے کے لئے یہ سب کچھ معرض وجود میں آتا ہے، کبھی اظہار تفاخر وبرتری اس کا متقاضی ہوتا ہے، اور اس کے علاوہ بھی دیگر بہت سے اسباب ہو سکتے ہیں، اور جب اس طرح کا نظریہ قائم ہو جاتا ہے، تو پھر اسی کے مطابق اکابر و معتمدین کے اقوال ونصوص ڈھونڈے جاتے ہیں، اور ان میں ہزار حیل وحجت کر کے توجیہات غیر سدیدہ کے ذریعہ اپنے موقف ونظریہ کی تائید وحمایت کا اعلان کر دیا جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے طرح طرح کی غلطیوں کا ارتکاب ہوتا ہے اور متضاد ومتناقض آراء سامنے آتی ہیں جس سے لوگوں میں شدید اضطرابات واختلافات رونما ہو جاتے ہیں۔ جیسا کہ آپ مولوی اسید الحق بدایونی کے مقالہ کا حال ملاحظہ کر چکے ہیں کہ انہوں نے اپنی تحقیق بے تحقیق کو لوگوں کے سامنے کس طمطراق سے پیش کیا ہے؟ حالانکہ ان کا مقالہ عوام اہلسنت میں تصلب فی الدین کے چلے آ رہے موروثی اثاثہ پر کھلی ڈاکہ زنی اور اکابر کی جانفشانیوں سے پیدا شدہ بدمذہبیت سے نفرت کی بیخ کنی کا پلندہ ہونے کے ساتھ ساتھ تضادات تناقضات آراء کا مجموعہ ہے۔

ملاحظہ کیجئے، لکھتے ہیں:

''یہاں جملہ معترضہ کے طور پر ملا علی قاری کا ایک دلچسپ جملہ بھی ملاحظہ فرماتے چلیں، آپ شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں:

''فمن عیوب اهل البدعة انه یکفر بعضهم بعضا ومن ممادح اهل السنة انه یخطؤن ولا یکفرون''

اہل بدعت کا عیب یہ ہے کہ وہ ایک دوسرے کو کافر کہتے ہیں، اور اہل سنت کی خوبی یہ ہے کہ وہ خاطی کہتے ہیں کافر نہیں کہتے''(۱۶)

اور ایک دوسری جگہ پر اسید میاں لکھتے ہیں:

''...........مشکل یہ ہے کہ آج ''اشعریت'' کے دعویدار خود بے شمار فرقوں میں تقسیم ہو گئے ہیں اور یہ انقسام ایسا ہے کہ بعض بعض کی تکفیر یا علی الاقل تضلیل سے کم پر راضی نہیں ہیں''(۱۷)

اب قارئین خود ہی فیصلہ کریں کہ اہل سنت کے بارے میں عظیم محدث وفقیہ ملا علی قاری کی بات مانیں گے کہ ''اہل سنت کی خوبی یہ ہے کہ وہ خاطی کہتے ہیں کافر نہیں کہتے'' یا ''نوزائیدہ از ہری عبقری ممتاز ناقد نامور محقق'' اسید الحق کی بات مانیں گے ''کہ بعض بعض کی تکفیر یا علی الاقل تضلیل سے کم پر راضی نہیں ہیں''؟

خوبی یہ ہے کہ اسید میاں نے ''ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری کی یہ عبارت فرق باطلہ کی تکفیر سے گریز کرنے کی ترغیب دلانے کے لئے پیش کیا ہے اور جب فرقہ ناجیہ اشعریہ کا بیان آیا تو خود اسے چند فرقوں میں تقسیم کر کے ایک دوسرے کی تکفیر وتضلیل کرنے والا بتا دیا۔

سچ ہے کہ:

وحشت میں ہر اک نقشہ الٹا نظر آتا ہے ☆ مجنوں نظر آتی ہے لیلیٰ نظر آتا ہے

میاں اسید نے اپنے اس کتابچہ میں متقدمین ومتاخرین کی تحقیقات اور ان کے اقوال وآراء کی خلاف ورزی کو ہی اپنی تحقیق کا طرۂ امتیاز بنا رکھا ہے۔ خدا جانے واقعی ان کی طبیعت مطالعہ سے اکتا گئی ہے یا ''خالف تذکر'' کا ضابطہ ہی ان کا مطمع نظر بن گیا ہے۔ ورنہ تو کوئی وجہ نہ تھی کہ جن کتابوں کا حوالہ دیا جائے انھیں کے مندرجات سے صرف نظر بھی کیا جائے۔ اسی کتاب

کی ایک بات تائید میں نقل کی جائے اور دوسری جگہ اسی کتاب کے عنوان کا کسی قسم کا تذکرہ کئے بغیر مخالفت کردی جائے اس طرح کے تناقضات کی دو ہی وجہ ہوسکتی ہے ایک تو یہ کہ کتاب اصلاً دیکھی ہی نہیں بلکہ کسی دوسرے کی کتاب میں دیئے گئے حوالہ اور اس باحث کی رائے کو اپنی جانب منسوب کر کے نقل کر دیا گیا یا پھر دیکھ کر بھی اپنے موقف کے خلاف ہونے کی وجہ سے صرف نظر سے کام لیا گیا اور یہ دونوں صورتیں اہل علم کے نزدیک ایسی خیانت ہیں جو کسی طرح روا نہیں ہوسکتیں۔ میاں اسید نے اپنے اس مقالہ لاتقال میں کچھ اسی طرح کے جرم کا ارتکاب کیا ہے۔ چنانچہ ایک جگہ علامہ عبدالقاہر بغدادی متوفی ۴۲۹ھ کی کتاب ''الفرق بین الفرق'' کا حوالہ درج کیا اور دوسری جگہ علامہ موصوف کی اسی کتاب کی ایک فصل کے عنوان کے خلاف رائے قائم کردی کہ اشاعرہ ایسے بے شمار فرقوں میں تقسیم ہوگئے ہیں ''کہ بعض بعض کی تکفیر یا علی الاقل تضلیل سے کم پر راضی نہیں'' حالانکہ علامہ عبدالقاہر بغدادی فرماتے ہیں:

''الفصل الخامس من فصول هذاالباب فی بیان عصمة الله اهل السنة عن تکفیر بعضهم بعضا،

اهل السنة لایکفر بعضهم بعضا، ولیس بینهم خلاف یوجب التبری و التکفیر،،(۱۸)

اس باب کی فصلوں میں سے پانچویں فصل اللہ تعالی کا اہلسنت کو ایک دوسرے کی تکفیر سے محفوظ رکھنے کے بیان میں۔

اہل سنت ایک دوسرے کی تکفیر نہیں کرتے، اور نہ ہی ان میں آپس میں کوئی ایسا اختلاف ہے جو موجب تبری و تکفیر ہو۔

حواشی

(۱) حدیث افتراق امت تحقیقی مطالعه کی روشنی میں، مولانا اسید الحق محمد عاصم قادری، ص ۷۲، ناشر: تاج الفحول اکیڈمی بدایوں، تقسیم کار: مکتبه جام نور، اشاعت بار اول ذی قعده ۱٤۲۹ھ/۲۰۰۸ء

(۲) حدیث افتراق امت........، ص۷۲-۷۳

(۳) نبراس، ص ۲۳۰

(٤) حدیث افتراق امت........، ص۷۵

(۵) بحواله مذکور

(٦) بحواله مذکور

(۷) بحواله مذکور

(۸) بحواله مذکور

(۹) بحواله مذکور

(۱۰) بحواله مذکور

(۱۱) شرح المقاصد لسعدالدین تفتازانی، ۲۷۰/۲، ط: مطبعة الحاج محرم آفندی سنة ۱۳۰۵ھ

(۱۲) هدایة المرید لجوهرة التوحید، للشیخ ابراهیم اللقائی، ص۱۰،

(۱۳) فتاوی رضویه، ۱٤/۱٦۱-۱٦۲

(۱٤) فتاوی رضویه، ٦۱۵/۲۹

(۱۵) فتاوی امجدیه، ۳۳۷/٤

(۱٦) حدیث افتراق امت......،ص۵۷

(۱۷) بحواله مذکور

(۱۸) الفرق بین الفرق، للعالم عبدالقاهر بن طاهر بن محمد البغدادی الاسفرائینی التمیمی المتوفی ٤۲۹ھ - ۱۰۳۷م، تحقیق: محمد محی الدین عبدالحمید، ص۳٦۱، ط: المکتبة العصریة، صیدا، بیروت ۱٤۱٦ھ-۱۹۹۵م

امام بیہقی کی عبارت میں تصحیف

اسید میاں اکابر کی عبارت نقل کر کے اپنی خواہش کے مطابق ترجمہ کرنے میں کامل دستگاہ اور نہایت مہارت رکھتے ہیں، عبارت خواہ ان کے موقف کے معارض ومخالف ہی کیوں نہ ہو اس سے اپنے موقف کی تائید ضرور حاصل کر لیتے ہیں، جیسا کہ آپ نے ابھی امام اشعری کی عبارت اور ان کی کتاب کے نام سے بدایونی حضرت کا اسلوب ترجمہ واستدلال ملاحظہ فرمایا۔

حضرت شیخ نے امام بیہقی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی عبارت کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی سلوک کیا ہے۔ آپ دیکھیں گے کہ امام بیہقی نے نقل مذہب کے طور پر دو باتیں بیان کی ہیں: ایک یہ کہ جن لوگوں نے ان فرقہ مبتدعہ کی تکفیر کا قول کیا ہے انہوں نے "**خلود فی النار**" مراد لیا ہے، دوسرا یہ کہ جنہوں نے ان کی تکفیر نہیں کی، انہوں نے "**دخول فی ا لنار**" مراد لیا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس صورت میں کسی ایک کو ناقل کا مذہب اور ان کی رائے قرار دینا یقیناً دانشمندی کے خلاف اور کم علمی پر مبنی ہے، علامہ بیہقی فرماتے ہیں:

(واماتخلیدمن عداهم من اهل البدع فی النارفهومبنی علی تکفیرهم ، فمن لم یکفرهم اجراهم بالخروج من النارباصل الایمان مجری الفساق المسلمین وحمل الخبرعلی تعذیبهم بالنار مدة من الزمان دون الابد و احتج فی ترک القول بتکفیرهم بقوله ﷺ تفترق امتی فجعل الجمیع مع افتراقهم من امته)

"اور رہی یہ بات کہ ان کے علاوہ باقی اہل بدعت ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے تو یہ ان کے کافر ہونے کی بنیاد پر ہے۔ جن لوگوں نے ان کی تکفیر نہیں کی ہے انہوں نے ان اہل بدعت کو ایمان کی بنیاد پر دوزخ سے نجات پانے میں گناہگار مسلمانوں کے درجے میں رکھا ہے اور حدیث (افتراق امت) کو اس بات پر محمول کیا ہے کہ دوزخ میں ان کا عذاب ایک مدت تک ہوگا ابدی عذاب نہیں ہوگا، اور ان کی تکفیر نہ کرنے میں ان لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کے اس قول سے استدلال کیا ہے "**تفترق امتی**" یعنی امت کے افتراق کے باوجود ان سب کو

امت ہی میں شمار کیا ہے" (۱) پڑھ لیا آپ نے شیخ کا ترجمہ؟ لکھتے ہیں:

"اور رہی یہ بات کہ ان کے علاوہ باقی اہل بدعت ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے تو یہ ان کے کافر ہونے کی بنیاد پر ہے۔"

آگے لکھتے ہیں:

"جن لوگوں نے ان کی تکفیر نہیں کی ہے انہوں نے ان اہل بدعت کو ایمان کی بنیاد پر دوزخ سے نجات پانے میں گناہگار مسلمانوں کے درجے میں رکھا ہے۔"

اب آپ غور کیجئے کہ علامہ بیہقی فرماتے ہیں:

"**واماتخلید من عداهم..........فهومبنی علی تکفیرهم**"

یعنی: ان کے علاوہ اہل بدعت کے "**خلود فی النار**" کا حکم ان کی تکفیر کی بنیاد پر ہے۔

اور فرماتے ہیں:

"**فمن لم یکفرهم اجراهم بالخروج من النارباصل الایمان**"

یعنی: جنہوں نے ان کی تکفیر نہیں کی انہوں نے ان کے "خروج من النار" کا حکم اصل ایمان کی وجہ سے دیا ہے۔

شیخ نے "**فهومبنی علی تکفیرهم**" کا ترجمہ: "تو یہ ان کے کافر ہونے کی بنیاد پر ہے" (۲) سے کیا ہے، تاکہ کسی نہ کسی طرح ان فرق مبتدعہ پر کچھ لوگوں نے جو تکفیری حکم جاری کیا ہے، اسے چھپا رکھا جائے اور یہ ظاہر نہ ہونے دیا جائے کہ علامہ بیہقی نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جنہوں نے ان کی تکفیر کی وہ لوگ ان فرقوں کے لئے "**خلود فی النار**" کا حکم دیتے ہیں۔

جناب شیخ "حافظ" قرآن بھی کہے جاتے ہیں، میں ان کے "حفظ" کے بارے میں کوئی رائے زنی نہیں کرنا چاہتا کہ انہیں قرآن یاد ہے یا بھول گئے؟ مگر یہ کہنے میں بالکل حق بجانب ہوں کہ انہوں نے اگر یہ ترجمہ بدمذہبوں کی پردہ پوشی کے لئے نہیں کیا ہے تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ جناب والا ایسے ازہری ہیں جنہیں میزان، منشعب اور پنج گنج وعلم الصیغہ بھی یاد نہیں ہے، ایسے مجرد عن الحس ہیں کہ مجرد ومزید کے درمیان فرق کرنے سے عاجز ودرماندہ ہیں۔ انہیں کفر وتکفیر ایک ہی معلوم ہونے لگا ہے۔ جبھی تو "تکفیرهم" کا ترجمہ: "ان کے کافر ہونے" سے کرتے ہیں، سچ تو یہ ہے کہ ان کا یہ تحقیقی پلندہ "تحقیق" کے نام پر "تغلیط" اور "مطالعہ" کے نام پر "مغالطہ" کے سوا کچھ بھی نہیں۔

فاسد استدلالات

مصری ''دارالافتاء'' کے فاضل و متخصص اپنی اس انوکھی اور عجوبۂ روزگار تصنیف میں علامہ بیہقی کی عبارت میں خیانت کے بعد ان کی ''سنن'' کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

''امام بیہقی نے اپنی کتاب ''سنن'' میں حدیث افتراق امت کو ذکر کرنے کے بعد امام سلیمان خطابی کا ایک قول نقل کیا ہے''(۳)

پھر امام خطابی رحمہ اللہ کا قول اور اس کا ترجمہ نقل کرنے کے بعد مرقوم و مسطور فرماتے ہیں:

''امام بیہقی نے امام خطابی کا قول بغیر کسی نقد وجرح کے نقل کر کے اس کو باقی رکھا ہے اس بات سے یہ نتیجہ نکالنے کی گنجائش ہے کہ امام بیہقی کو خطابی کی اس رائے سے اتفاق ہے''(۴)

جناب شیخ! یہ مصری دارالافتاء نہیں، یہ علمی دارالتحقیق والکلام ہے۔ جس کے گرد و پیش علامہ فضل حق خیرآبادی، علامہ فضل رسول بدایونی اور امام احمد رضا فاضل بریلوی **رحمھم اللہ** کا مضبوط حصار ہے۔ یہاں اخوان المسلمون جیسی نہ جانے کتنی بدمذہب تحریکوں کا سر کچل دیا گیا ہے اور آئندہ بھی ان جیسے افکار کے لئے یہاں کوئی جگہ نہیں، یہاں نہ تو سید قطب کی آراء کو رواج دیا جاسکتا ہے اور نہ ہی یوسف القرضاوی کی شخصیت سے متأثر کیا جاسکتا ہے۔

محترم! اگر آپ کے اسی طرح کے اتفاقات ایمان و کفر میں شواہد و دلائل کے طور پر تسلیم کر لئے جائیں، جب تو پھر علم کلام، دین کے اصول وعقائد بازیچۂ اطفال بن کر رہ جائیں۔

علامہ عضدالدین ایجی نے ''مواقف'' میں استاذ ابو اسحاق علیہ الرحمہ کا ایک قول نقل فرمایا ہے۔ لکھتے ہیں:

''قال الاستاذ: كل مخالف يكفرنا فنحن نكفره، والافلا''(۵)

یعنی: استاذ نے فرمایا: ہر وہ (فرد یا فرقہ) جو ہماری تکفیر کرتا ہے، ہم اس کی تکفیر کریں گے ورنہ نہیں۔

جناب محقق بلا تحقیق! آپ کے طرز استدلال کو مدنظر رکھتے ہوئے کہا جاسکتا ہے:

''علامہ ایجی نے استاذ کا قول بغیر کسی نقد وجرح کے نقل کر کے اس کو باقی رکھا ہے۔ اس

بات سے یہ نتیجہ نکالنے کی گنجائش ہے کہ علامہ ایجی کو استاذ کی اس رائے سے اتفاق ہے''

اب اگر آپ کا اسلوب استدلال تسلیم کر لیا جائے تو روافض نے آپس میں ایک دوسرے کی تکفیر کی اور صحابہ کرام اور اہلسنت وجماعت کی تکفیر کی اور خوارج ومعتزلہ وغیرہ دیگر فرق باطلہ کا بھی یہی حال ہے۔ جیسا کہ عامۂ کتب کلامیہ میں موجود ہے۔ ایسی صورت میں آپ کے طرز استدلال کی روشنی میں وہ تمام فرقے جنہوں نے اہلسنت وجماعت کی تکفیر کی انکی تکفیر کی جائے گی تو پھر علامہ ایجی کے فرمان کے مطابق آپ کا اور آپ کی تحقیق کا کیا حشر ہوگا؟ آپ تو سب کے ایمان کا ٹھیکیدار بن کر ثبوت ایمانی پیش کر رہے تھے اور بساط ہی الٹ گئی سب کے سب بے ایمان ثابت ہونے لگے۔ یہ ہے آپ کا گھروندا جسے آپ نے دنیا کے سامنے ناقابل تسخیر قلعہ سمجھ کر پیش کیا تھا۔ سچ تو یہ ہے کہ:

قریب اس کے پہونچ کر اس کا اندازہ لگا سب کو
نہ تھا کوہ گراں وہ، بلکہ اک دانہ تھا رائی کا

جناب اسید صاحب نے اپنے موقف کی تائید میں ابن تیمیہ الحرانی کی ایک عبارت پیش کی ہے، لکھتے ہیں:

''ومن قال: ان هذه السنتين والسبعين كل واحدمنهم يكفر كفرا ينقل عن الملة فقدخالف الكتاب والسنة واجماع الصحابة، واجماع الائمة الاربعة وغير الاربعة فليس فيهم من كفر كل واحد من السنتين والسبعين فرقة''

اور جس نے یہ کہا ۷۲/رکے ۷۲/رفرقے کافر ہیں ایسے کہ ملت اسلامیہ سے خارج ہو رہے ہیں اس نے کتاب وسنت اور اجماع صحابہ کی مخالفت کی بلکہ اس نے ائمہ اربعہ کی مخالفت کی اس لئے کہ ان میں سے کسی نے ان ۷۲/رمیں سے ہر ایک فرقے کی تکفیر نہیں کی ہے''

میاں کے ''بامحاورہ'' ترجمہ میں متعدد خامیوں کے علاوہ جہاں کچھ الفاظ ترجمہ سے محروم رہ گئے ہیں وہیں سب سے بڑی خامی یہ ہے کہ ابن تیمیہ کی عبارت میاں کے موقف سے لگاّ نہیں کھاتی؛ اس لئے کہ ان کا مقصد وموقف یہ تھا کہ ''حدیث افتراق امت'' میں مذکور ۷۲/ر فرقے اسلامی ہیں، ان میں سے کسی کی تکفیر نہیں، اور ابن تیمیہ کی عبارت ہے کہ: ''ان میں سے

ہر ایک کی تکفیر نہیں‘‘ ان سارے فرقوں کی تکفیر کتاب وسنت، اجماع صحابہ اور ائمہ وعلماء کے خلاف ہے، چنانچہ ترجمہ نگار صاحب لکھتے ہیں:

’’کسی نے ان ۷۲؍ میں سے ہر ایک کی تکفیر نہیں کی ہے‘‘

اصل متن اور ترجمہ کو مدنظر رکھتے ہوئے اس عبارت کو قضیہ محصورہ کے طور پر بولا جائے تو اس کی تعبیر یوں ہوگی:

’’ليس كل واحدمنهم كافر‘‘ یا’’ ليس لكل واحدمنهم تكفير‘‘

یہ قضیہ’’ سالبہ جزئیہ‘‘ ہے، جس کا سور’’لیس کل‘‘ ہے، جو سلب جزئی کے لئے آتا ہے، جس کا مفاد یہ ہے کہ ان میں سے بعض کی تکفیر نہیں ہے، اب اگر بعض دیگر کی تکفیر بھی ہو تو بھی یہ قضیہ صادق ہی رہے گا، حاصل کلام یہ ہے کہ ابن تیمیہ کے قول کا مفاد’’سلب جزئی‘‘ ہے۔

اور آپ کا موقف’’ موجبہ کلیہ‘‘ ہے کہ ۷۲؍ فرقوں میں سے ہر ایک اسلامی فرقہ ہے جس کی تعبیر یوں کی جاسکتی ہے:

’’كل واحدمنهم اسلامی‘‘

آپ کی باریک بینی اور قوت استدلال وانتقاد پر حیرت ہے کہ آپ اپنے موقف’’ كل واحدمن السنتين والسبعين اسلامی‘‘ کی تائید وتوفیق اس کے نقیض’’ ليس لكل واحدمن السنتين والسبعين تكفير‘‘ سے حاصل کر لیتے ہیں، یعنی: موجبہ کلیہ کی دلیل سالبہ جزئیہ سے حاصل کر لینا آپ جیسے فنکار ہی کے بس کی بات ہے۔ ایسا فن تو پوری دنیائے انسانیت کی تاریخ میں بھی شاید ہی کسی کو حاصل ہوا ہو۔ بڑے، بڑے محققین بھی سچ تو یہ ہے کہ اس طرح کی تحقیق تو تدقیق سے عاجز ودرماندہ ہیں۔

حواشی

(۱) حدیث افتراق امت تحقیقی مطالعہ کی روشنی میں، ص۴۹، ۵۰

(۲) دیکھئے جناب! آپ میری اس نشاندہی پر چراغ پا نہ ہوئیے گا، اور نہ ہی ناک بھوں سکوڑ کر یہ کہئے گا کہ: میں کوئی’’ کافیہ بردوش‘‘ مولوی تھوڑی ہوں؟ جو لفظی ترجمہ کروں گا۔ میں تو یہاں کے علماء سے مختلف ایک امپورٹیڈ آدمی ہوں، ازہر سے پڑھ کر آیا ہوں، میں محاوراتی ترجمہ کا عادی ہوں۔ اس لئے میرے ترجمہ میں اس طرح کی گرفت بے معنی اور لغو ہے۔

آپ سے یہ گزارش اس لئے کی ہے کہ میں نے جب آپ کے’’ خامہ تلاشی‘‘ کی’’ جامہ تلاشی‘‘ لی تو پوری کتاب کا ایک تہائی حصہ جہاں’’ اداریہ نویس‘‘ کی جھوٹی قصیدہ خوانی، اور’’ سرورق‘‘ کی فضول تعریف وتوصیف میں صرف ہوا وہیں ایک تہائی حصہ’’لفظی‘‘ غلطیوں کی جا وبے جا گرفت میں صرف ہوگیا، کبھی کسی کی تذکیر وتانیث پکڑی اور مولانا ذیشان مصباحی کو ہدایت جاری کرتے ہوئے’’ خامہ تلاشی‘‘ کے صفحہ ۲۷، پر تحریر ثبت فرمائی:’’ البتہ’’ نماز پڑھایا‘‘ اور’’ دل کا بھڑاس‘‘ ہماری سمجھ میں نہیں آیا۔ بھڑاس اور نماز دونوں مؤنث ہیں اس لئے’’نماز پڑھائی‘‘ اور’’ دل کی بھڑاس‘‘ ہونا چاہئے‘‘

کبھی ڈاکٹر شکیل اعظمی کی مدد سے کسی مصرع کے بحر میں داخل ہونے اور اس کے خارج ہونے پر بحث کی، اور کبھی کسی مقتدر عالم دین کے توالی اضافات کو موضوع’’ تبرا‘‘ بنا کر پگڑی اچھالی۔ اور ڈاکٹر شرر مصباحی صاحب پر جملہ چست کر کے آگے بڑھے۔ حد تو یہ ہے کہ انہوں نے اپنے ہم پیالہ وہم نوالہ لوگوں کو چھوڑ کر شاید ہی کسی موجودہ بڑی شخصیت کو اپنی تبرا بازی وبے جا گستاخی سے محفوظ رکھا ہو، خواہ وہ ان کے شرکاء بزم قلم سے ہوں یا نہ ہوں۔ چنانچہ ایک مشہور ومعروف جید عالم دین کہنہ مشق ومقبول قلمکار کی ترجمانی پر تنقید کے نام سے تحقیر کرتے ہوئے اپنی عبقریت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ اور’’ خامہ تلاشی‘‘ کے صفحہ ۵۲؍ پر لکھتے ہیں:

(’’غنية المستملی‘‘ کی عبارت’’حرمة المسلم الواحدارجح من حرمة القبلة‘‘ نقل کر کے اس کا ترجمہ ان الفاظ میں کیا ہے:’’ایک جان مسلم کا اتلاف کعبہ ڈھانے سے بدتر ہے‘‘ ہمیں نہیں معلوم اس ترجمہ کا تعلق ترجمہ نگاری کی کس صنف سے ہے)

جناب عالی! مذکورہ عبارت کا تعلق ترجمہ نگاری کی کسی صنف سے نہیں بلکہ’’ ترجمانی‘‘ سے ہے۔ آخر آپ نے اپنے سامنے دوسروں کو اتنا بڑا جاہل کیونکر تصور کر لیا؟ کہ وہ لغت وقاموس بھی دیکھنا نہیں جانتا کہ’’ حرمة‘‘ کا معنی وترجمہ’’ جان کا اتلاف‘‘ اور’’ ڈھانا‘‘ بتاتا ہے۔ آپ کو ان کلمات کی تعبیر سے ہی سمجھ لینا چاہیئے تھا کہ یہ ترجمہ نہیں ہے، ترجمانی ہے۔ مگر کیا کیجئے گا یہ آپ کی سمجھ کا قصور ہے کہ اپنی ناسمجھی سے دوسروں کو مورد الزام ٹھہراتے ہیں۔

اگر یہ ترجمانی آپ کے مصری’’ دارالافتاء‘‘ کے فتوی میں درست نہیں تو بھلا’’ مزید فیہ‘‘ کو’’ مجرد‘‘ یعنی:’’ تکفیر‘‘ کو’’ کفر‘‘ کہنا اور ان میں سے ایک کو دوسرے کے معنی میں استعمال کرنا کیسے درست ہوسکتا ہے؟

کیا آپ’’ قوامیس‘‘ رٹنے کے چکر میں’’ ابواب‘‘ و’’ خاصیات ابواب‘‘ بھلا بیٹھے؟

(۳) حدیث افتراق امت، ص۵۰

(۴) بحوالہ مذکور، ص۵۱

(۵) المواقف، للعلامة عضد الدین الایجی، ص۳۹۲، ط: عالم الکتب بیروت۔

بھیا کا ''مطالعہ محدود'' ہے

صاحب ''اجازہ عالیہ'' جناب اسید بھیا کا مقالہ ''حدیث افتراق امت تحقیقی مطالعہ کی روشنی میں'' دیکھنے کے بعد ہر منصف مزاج، ذی شعور قاری یہ کہنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ:

بھیا کا مطالعہ تحقیقی نہیں بلکہ نہایت ''سطحی'' اور غیر معیاری ہے۔ مروج وغیر مروج دونوں طرح کی کتابیں ان کی نگاہ مطالعہ سے اوجھل ہیں۔ اور انہوں نے غالباً کسی دوسرے کی تحقیق میں کچھ حذف وزیادتی اور ہیرا پھیری کر کے اپنے نام منسوب کر لیا ہے۔ ورنہ تو اس بات کا کوئی جواز نہ تھا کہ امام اشعری کی ''**مقالات الاسلامیین**''، ابوالمظفر اسفرائینی کی ''**التبصیر**''، بیہقی کی ''**الاعتقاد**'' و ''**سنن**''، رازی کی ''**اعتقاد فرق المسلمین والمشرکین**''، دوانی کی ''**شرح العقائد العضدیۃ**'' تفتازانی کی ''**شرح المقاصد**'' وغیرہ وغیرہ تو زیر مطالعہ ہوں اور بار بار مقالہ خوانی بھی ہو رہی ہو، جیسا کہ خود ہی تحریر فرماتے ہیں:

''محبّ محترم مولانا خوشتر نورانی سے اس مقالہ کا تذکرہ ہوا، انہوں نے جام نور میں اشاعت کے لئے اصرار کیا، میں نے مقالہ ان کے حوالہ کر دیا۔ چنانچہ جام نور نے چار قسطوں میں (مئی تا اگست ۲۰۰۵ء) مقالہ کو شائع کر دیا۔

جام نور میں مقالہ کی اشاعت کے بعد بعض احباب نے اس میں اختیار کردہ موقف پر تشویش کا اظہار کیا۔ لہٰذا میں نے پوری سنجیدگی اور کشادہ قلبی کے ساتھ مقالہ پر نظر ثانی کی اور اس موضوع پر مزید مطالعہ کیا''(۱)

پوری سنجیدگی اور کشادہ قلبی کے ساتھ مزید مطالعہ کے باوجود بھی وہ باتیں جو شرح عقائد جیسی روزمرہ پڑھی پڑھائی جانے والی کتابوں میں تفصیل کے ساتھ مندرج ہیں، مطالعہ میں نہ آئیں۔ علامہ سعد کی شرح المقاصد تو دیکھی لیکن شرح عقائد مطالعہ سے خارج رہی، آخر کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے؟ اس سے تو ایک عام قاری کو یہی احساس ہوتا ہے کہ ''جام نفور'' کا ''ممتاز ناقد اور نامور محقق'' بے چارہ ان معلومات سے بھی خالی و عاری ہے جو مدارس کے طلبہ میں عام طور سے متداول اور مشہور و معروف ہیں، ابھی ہم درج ذیل سطور میں پیش کئے

دے رہے ہیں کہ بھیا جی تو شرح مواقف ومیر زاہد لئے لئے پھر رہے ہیں حالانکہ انہیں شرح عقائد بھی نہیں آتی۔

بھیا جی نے حدیث افتراق امت میں ''کلھا فی النار'' سے ''دخول فی النار'' مراد لینے کو ترجیح دینے سے پہلے ایک تمہید باندھی ہے، جس میں یہ ثابت کرنے کی کوشش ہے کہ بہت سی احادیث ایسی ہیں جن میں ''فی النار'' کا لفظ وارد ہے اور اس سے ''دخول فی النار'' مراد لیا گیا ہے۔

اور پھر آگے ارشاد فرمایا:

''بلکہ قرآن کریم میں تو ایک مقام پر ''خلود فی النار'' کی صراحت کے باوجود وہاں اہلسنت کے نزدیک ''دخول فی النار'' مراد ہے''(۲)

بھیا جی! میں آپ کی معلومات کے لئے عرض کر دوں----- اگر چہ آپ کے قصیدہ خواں جناب خوشتر کو میرا یہ عریضہ گوارہ نہ ہوگا جنہوں نے اپنے مبلغ علم کے مطابق آپ کو ''جملہ علوم متداولہ اور زبان وبیان پر درک''(۳) رکھنے والا ''عبقری'' بنا رکھا ہے۔ مگر شاید سچے ناقد حضرت شرر مصباحی صاحب کو پسند آئے جنہوں نے برمحل فرمایا تھا: ''خامہ تلاش کا انتقادی قلم علم سے زیادہ پندار علم کا ڈھنڈورچی''(۴) ہے--------- بھیا جی! صرف ایک جگہ نہیں بلکہ کئی جگہیں ایسی ہیں جہاں اہل حق نے ''خلود فی النار'' کی صراحت کے باوجود ''دخول فی النار'' مراد لئے جانے کا امکان تسلیم کیا ہے۔ اب منظر الاسلام صاحب کی زبان میں اگر واقعی ''خامہ تلاش کا مطالعہ محدود ہے''(۵) تو اسے اپنے مطالعہ کو ذرا وسعت دینی چاہئے۔ اسلاف کی کتابیں پڑھ کر ان کی تحقیقات کی روشنی میں لکھنا چاہئے۔

شرح مقاصد سے پہلے شرح عقائد کھول کر دیکھئے کہ حضرت سعد الملۃ والدین کیا فرماتے ہیں؟ صاحب مواقف علامہ ایجی استاذ سعد کو پڑھنے سے پہلے ان کے شاگرد علامہ سعد الدین تفتازانی کی بارگاہ میں ایک کافیہ بردوش کی طرح حسن عقیدت وادب کے ساتھ حاضر ہو جایئے، حضرت سعد فرماتے ہیں:

(من يقتل مومنا متعمدا فجزاءه جهنم خالدا فيها)(۶)

(ومن یعص اللہ ورسولہ ویتعد حدودہ یدخلہ نارا خالدا فیہا)[۷]

(من کسب سیئۃ واحاطت بہ خطیئتہ فاولئک اصحب النارھم فیہا خالدون)[۸]

ان آیتوں میں ''خلود فی النار'' کے بجائے ''دخول فی النار'' مراد لیا جاسکتا ہے۔[۹]

لہٰذا آپ کا یہ کہنا کہ اہل سنت نے ایک جگہ پر ''خلود فی النار'' کی صراحت کے باوجود ''دخول فی النار'' مراد لیا ہے، غلط اور محدود مطالعہ پر مبنی ہے۔ ایک جگہ نہیں بلکہ کئی جگہوں پر خلود کی صراحت کے باوجود دخول مراد لئے جانے کی درستگی کا امکان تسلیم کیا ہے۔

جماعت خوشتریہ کے ڈھنڈورچی محقق کی ''عبقریت''

اسید میاں اپنے موقف کی حمایت ونصرت میں آیت کریمہ: **(ومن یقتل مومنا متعمدا فجزاءہ جھنم خالدا فیہا)**[۱۰] کا ترجمہ اور اس کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اور جو شخص کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کی سزا جہنم ہے اس میں ''مدتوں'' رہے گا''

آپ نے دیکھا کہ یہاں صراحتاً لفظ خلود وارد ہے اس کے باوجود ہمارے علماء نے یہاں خلود سے اس کا حقیقی معنی نہیں بلکہ ''طول مکث'' مراد لیا ہے۔ جس کا ترجمہ ''مدتوں'' کیا گیا ہے''۔[۱۱]

یہاں چند امور قابل غور ہیں۔ ان میں سب سے پہلے آپ کی توجہ اس امر کی جانب مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ اس عبقری شخصیت نے خلود سے اس کا حقیقی معنی ہمیشگی ودوام نہیں بلکہ مجازی معنی مدتوں اور طول مکث مراد لئے جانے کو ترجیح دیا ہے۔ چنانچہ اپنی عبقریت کا مظاہرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''یہاں خلود سے اس کا حقیقی معنی نہیں بلکہ طول مکث مراد لیا ہے''

ظاہر ہے کہ ''**طول مکث**'' میاں کے نزدیک خلود کا حقیقی معنی نہیں، تو یقیناً مجازی معنی ہوگا۔ کیوں کہ کوئی بھی لفظ بیک وقت ''حقیقت'' و ''مجاز'' دونوں سے خالی ہو ہی نہیں سکتا اور جب بقول میاں حقیقت منفی ہے تو بلا شبہہ مجاز ثابت ومتحقق ہے۔ اب آپ شرح عقائد کی شرح ''نبراس'' کی عبارت ملاحظہ کیجئے:

(واعترض علیہ بان الخلود حقیقۃ فی الدوام ومجاز فی المکث الطویل .... وقدتقرر ان الاصل فی الاستعمال ھو الحقیقۃ.

واجیب باناوجدناہ یستعمل فی المکث الطویل استعمالا شائعاً بلاقرینۃ وھذاینفی التجوز.......)[۱۲]

یعنی: اس (مکث طویل مراد لئے جانے) پر اعتراض کیا گیا کہ خلود دوام وہمیشگی (کے معنی) میں حقیقت ہے اور مکث طویل میں مجاز ہے۔ اور مسلمات ومقررات میں سے ہے کہ استعمال

میں اصل حقیقت ہی ہے۔ (لہٰذا حقیقت کو چھوڑ کر مجاز مراد لینا درست نہیں) (۱۲)

اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ ہم نے اس (خلود) کو بلا کسی قرینہ کے مکث طویل میں عام طور سے استعمال ہوتے پایا ہے۔ اور یہ (بلا کسی قرینہ کے) کثرت استعمال (مکث طویل کے) مجاز ہونے کی نفی کرتا ہے۔ (لہٰذا جس طرح دوام وہمیشگی اس کا معنی حقیقی ہے اس طرح مکث طویل بھی اس کا معنی حقیقی استعمالی ہے)

محقق دوانی ''**شرح العقائد العضدیة**'' میں فرماتے ہیں:

''**فان الخلود یستعمل حقیقة فی المکث اعم من ان یکون معه الدوام او لا**'' (۱۳)

یعنی: بلاشبہ خلود ''مکث طویل'' کے معنی میں حقیقۃً استعمال ہوتا ہے خواہ اس کے ساتھ دوام ہو یا نہ ہو۔

علامہ راغب اصفہانی اپنی کتاب ''**معجم مفردات الفاظ القرآن**'' میں فرماتے ہیں:

(الخلود : هو تبری الشیء من اعتراض الفساد وبقاؤه علی الحالة التی هو علیها ، وکل مایتبطأ عنه التغیر والفساد تصفه العرب بالخلود، کقولهم للاثافی : خوالد، وذالک لطول مکثها لالدوام بقائها، یقال: خلد ، یخلد، خلودا، قال تعالی : (لعلکم تخلدون) (الشعراء: ۱۲۹)

(واصل المخلد الذی یبقی مدة طویلة ومنه قیل: رجل مخلدلمن ابطأ عنه الشیب، ثم استعیر للمبقی دائما) (۱۴)

کسی چیز کا تبدیلی وفساد عارض ہونے سے بری ہونا اور جس حالت پر وہ ہے اس پر قائم وباقی رہنا ہے، اور ہر وہ چیز جس میں تغیر وفساد دست وبدیر ہوا سے عرب ''خلود'' سے متصف قرار دیتے ہیں، جیسے کہ عرب کا ''اثافی'' کو ''خوالد'' کہنا، اور یہ ان کے ''طول مکث'' اور مدتوں رہنے کی وجہ سے ہے نہ کہ ہمیشہ باقی رہنے کی وجہ سے، بولا جاتا ہے۔ **خلد، یخلد، خلودا،** اللہ تعالیٰ نے فرمایا **(لعلکم تخلدون)**

اور ''مخلد'' کی اصل یہ ہے کہ جو طویل مدت تک باقی رہے، اور اسی سے کہا گیا: ''رجل

مخلد'' اس شخص کے لئے جس بال میں سپیدی دیر سے جھلکے، پھر اس کا ہمیشہ باقی رہنے والے کے لئے استعارہ کرلیا گیا۔

اب آپ خود ہی بتائیں! اس ڈھنڈورچی محقق کو کیا نام دیا جائے؟ اور اسید میاں کے علم و آگہی کو کتنی داد دی جائے؟ واہ رے جماعت خوشتر یہ! تو نے کیا سے کیا کردیا؟ جنوں کا نام خرد اور خرد کا نام جنوں رکھ دیا، واہ رے جماعت خوشتر یہ!

دوسری عبقریت:۔ دوسرا قابل غور امر اس عبقری شخصیت کے تحقیقی مطالعہ کا انداز ہے، ذرا دیکھئے تو سہی، فرماتے ہیں:

''ہمارے علماء نے یہاں خلود سے اس کا حقیقی معنی نہیں ''طول مکث'' مراد لیا ہے''

واہ، واہ، جناب عبقری محترم کا مطالعہ انوکھا اور انکی تحقیق کا اسلوب نرالا ہے، یہ ہمارے، تمہارے، اِن کے اُن کے سے تحقیق کے کس نئے اسلوب کی ایجاد وابتکار مقصود ہے؟ میدان تحقیق میں اس طرح کے اجمال سے قارئین ''جام نفور'' کو تحقیق کی کس جدت طرازی کا درس دینا چاہتے ہیں؟ یہ آپ کے کون سے علماء ہیں جن کا نام لینا آپ جرم سمجھتے ہیں؟ آخر کیا بات ہے کہ جن قابل اعتماد ''ثقہ'' علماء کو اپنا کہہ کر اپنی تحقیق کا شیش محل کھڑا کرنا چاہتے ہیں مارے شرم کے انہیں سے لوگوں کو متعارف بھی نہیں ہونے دینا چاہتے؟ خلود وخالد کے ترجمہ کی بات آئی تو ''مجہول'' کا صیغہ استعمال کرتے ہوئے کہہ دیا: ''جس کا ترجمہ ''مدتوں'' کیا گیا ہے۔

کون ہیں جن کے ترجمہ پر آپ کو اتنا بھروسہ ہے؟ آپ تو ''ممتاز ناقد اور نامور محقق'' کا خود ساختہ فرضی طمغہ لئے اپنی تحقیق وتنقید کا ڈھنڈورا پٹوا رہے ہیں۔ کیا تنقید میں آپ کا امتیاز اور تحقیق میں آپ کی ناموری اسی میں ہے کہ ضروریات دین کی تعریف کا موقع آیا تو اشارہ سے کام چلایا، اور خلود کی بات آئی تو اجمال ومجہول سے تحقیق تام ہوگئی؟ تف ہے! ایسی تحقیق و تنقید پر جس میں تصحیح نقل کے لئے قائل کا نام و پتہ اور قول کا مصدر ومرجع تک معلوم نہ ہو۔ آپ کی تحقیق دیکھ کر بے ساختہ یہ شعر یاد آ گیا:

خوب پردہ ہے کہ چلمن سے لگے بیٹھے ہیں
صاف چھپتے بھی نہیں، سامنے آتے بھی نہیں

تیسری عبقریت:۔ تیسرا قابل غور امر یہ ہے کہ ''**ومن یقتل مومناً متعمداً فجزاء ہ جھنم خالداًفیھا**'' کیا خلود سے صرف ''طول مکث'' ہی مراد لیا جاسکتا ہے جیسا کہ اسید صاحب نے بیان کیا ہے کہ:

''یہاں صراحتاً لفظ خلود وارد ہوا ہے اس کے باوجود ہمارے علماء نے یہاں خلود سے اس کا حقیقی معنیٰ نہیں بلکہ ''طول مکث'' مراد لیا ہے'' یا دوام وہمیشگی بھی مراد لے سکتے ہیں؟

جواب کی تفہیم وتحقیق کے لئے ایک مختصر تمہید درکار ہے، وہ یہ کہ خوارج ومعتزلہ کا نظریہ وعقیدہ ہے کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب مومن نہیں گردانا جاسکتا، اگر وہ توبہ کئے بغیر اس دار فانی سے کوچ کر گیا تو خلود فی النار کا مستحق ہے۔ جبکہ اہلسنت وجماعت کا عقیدہ ہے کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ایمان سے خارج نہیں ہوتا، مومن ہی رہتا ہے، البتہ وہ اپنے کالے کرتوت کی وجہ سے سزا کا مستحق ہوتا ہے، اب رب کی مرضی ومشیت وہ چاہے تو جہنم کی ہولناک وادیوں میں ڈھکیل دے، اور سزا پوری ہونے کے بعد دار الخلد جنت کی نعمتوں اور بہاروں سے بہرور فرمائے، یا پھر اپنے فضل خاص اور رحم وکرم یا کسی شفیع کی شفاعت سے معاف فرما کر بغیر کسی سزا کے جنت سے سرفراز فرمائے، بہرحال گناہ کبیرہ کرنے والے کے لئے ''خلود فی النار'' نہیں۔

معتزلہ نے اپنے موقف کی تائید وحمایت میں مذکورہ آیت کو بطور دلیل پیش کرتے ہوئے کہا کہ ''خلود فی النار'' کی سزا ہمارے اور آپ کے یہاں مومن کے لئے نہیں، اور یہاں گناہ کبیرہ کے مرتکب کو ''خلود النار'' کی سزا سنائی گئی ہے، اس سے واضح ہے کہ گناہ کبیرہ کرنے والا مومن نہیں، اس کے جواب میں حجت الاسلام امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ '' **احیاء العلوم**'' میں فرماتے ہیں:

''**وقولہ تعالی—ومن یقتل مومناًمتعمداً—ای : لایمانہ**'' (۱۴)

اور اللہ کے فرمان—اور جو کوئی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرے— یعنی: اس کے ایمان کی وجہ سے۔

امام غزالی کے فرمان کا مطلب یہ ہیکہ یہاں ''خلود فی النار'' کا حکم گناہ کبیرہ کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ کسی مسلمان کو اس کے ایمان کی وجہ سے قتل کرنا کفر ہے اور جو کوئی ایمان کی وجہ سے قتل

کرے گا کافر ہوگا لہذا یہ حکم کافر کو سنایا گیا ہے گناہ کبیرہ کے مرتکب فاسق مسلمان کو نہیں۔

علامہ سعد الدین تفتازانی شرح عقائد نسفیہ میں اس کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

(والجواب ان قاتل المؤمن لکونہ مؤمناً لا یکون الا کافراً، ولو سلم فالخلود یستعمل فی المکث الطویل) (۱۵)

علامہ سعد الدین تفتازانی فرماتے ہیں کہ: یہ آیت کریمہ فساق مومنین اور گناہ کبیرہ کے مرتکبین کا حکم نہیں بیان کر رہی ہے بلکہ اس کافر کی سزا بتا رہی ہے جس نے کسی مومن کو صاحب ایمان ہونے کی وجہ سے قتل کر ڈالا ہو، یہاں اس کے لئے ''خلود فی النار'' کی سزا سنائی گئی ہے اور اسی کا حکم بیان کیا گیا ہے، لہذا یہاں خلود سے اس کا حقیقی معنی مراد ہے جو کفار ومشرکین کے لئے مخصوص ہے۔

فرماتے ہیں: اولاً تو ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ یہ آیت گناہ کبیرہ کے مرتکبین وفاسقین کا حکم بیان کرنے کے لئے نازل ہوئی ہے، لیکن اگر بالفرض تسلیم بھی کرلیا جائے کہ یہ آیت فساق کا حکم بیان کرنے کے لئے نازل ہوئی ہے تو بھی آپ کے مدعا کے اثبات میں ہرگز مفید نہیں کیونکہ خلود کا ایک دوسرا معنیٰ ''طول مکث'' اور مدت دراز بھی مستعمل ہے جو کہ گناہ کبیرہ کے مرتکب فاسق کے لئے ہے، کفار کے لئے روا نہیں۔ حاصل گفتگو یہ ہے کہ خلود کے دو معنی ہیں: ایک دوام وبقاء وہمیشگی، اور دوسرا طول مکث ومدت دراز، اب اگر کسی نے کسی مومن کو استخفاف ایمان واستحلال دم کے نظریہ سے قتل کیا تو وہ کافر ہے، اور اس کے لئے خلود فی النار ہے، اور اگر کسی نے کسی مومن کو دنیوی عداوت ودشمنی میں قتل کر دیا تو اس کے لئے طول مکث ومدت دراز کی سزا ہے۔

کیوں اسید میاں! کچھ سمجھ میں آیا آپ کو؟ یہاں خلود کا حقیقی معنی مراد لیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ آپ اپنے علماء میں سعد الملۃ والدین کو شمار کرتے ہیں یا نہیں؟ نفی میں جواب نہ دیجئے گا، کیونکہ آپ نے ان کی کتاب ''شرح المقاصد'' کو اپنا ماخذ بنایا ہے، پھر شرح عقائد سے صرف نظر کیوں؟ آخر آپ کا تحقیقی مطالعہ کن کتابوں میں جاری تھا؟ کہیں سنجیدگی وکشادہ قلبی والا مطالعہ کسی ناقص مطالعہ والے مصری مؤلف کی غیر تحقیقی کتاب پر مرکوز تو نہیں تھا کہ آپ کی

زبان میں کچھ غلطیاں راہ پا گئی ہیں"[۱۶] آپ اپنے اقرار کے مطابق "خامہ تلاشی" میں تذکیر و تانیث اور شعر و سخن کی اصلاح کے لئے ڈاکٹر شکیل اعظمی صاحب کے رابطے میں رہا کرتے تھے،[۱۷] تو کیا آپ کو اس مقالہ کی اصلاح کے لئے بغیر اقرار و اعلان کے اپنے دیرینہ کرم فرما مفتی آل مصطفیٰ صاحب سے رابطہ کرنے میں شرم آ رہی تھی؟ آپ کے لئے یہ تو کوئی عیب کی بات بھی نہ تھی، اس لئے کہ جب آپ کو بغیر ڈاکٹر کے تذکیر و تانیث کا پتہ نہیں چلتا تو علمی باریکیوں میں بغیر کسی ممد و معاون کے صحیح و غلط کا امتیاز کیسے ہوسکتا ہے؟ یہی وجہ ہے کہ مقالہ نظر ثانی بلکہ نظر رابع کے بعد بھی غلطیوں کا شاہکار اور خطاؤں کا مرقع ہی بنا رہا، میں نے اسید میاں کی نظر ثانی کو نظر رابع اس لئے کہا ہے کہ "جام نفور" میں اس مقالہ کی اشاعت کے بعد والی نظر بد پر گفتگو ہو رہی ہے، اور یہ مقالہ -حرف آغاز کی تشریح کے مطابق-[۱۸] مصر میں لکھا گیا، اس کا مطلب یہ ہوا کہ پہلی کور نگاہی کا مظاہرہ مسودہ کی شکل میں ہوا، پھر مبیضہ کیا گیا، اور عین ممکن ہے کہ بیاض میں اساتذۂ ازہر کو بھی شریک کیا گیا ہو، پھر ہندوستان واپس ہو کر محدثین دہلی، علماء فرنگی محل، محققین بدایوں، اور رہنمایان حیدر آباد وغیرہ کو شریک نظر کیا گیا ہو، یہ رہی تیسری نظر، یعنی: نظر تسویدی، نظر تبییضی اور نظر تبدیلی، پھر جب اس مقالہ کا انتقال کی اشاعت ہوئی، اور علماء حق نے اس کے خلاف ہنگامہ برپا کیا، اور لوگوں نے واویلا مچایا، تو چوتھی نظر ڈالی گئی، مگر "دیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے" اللہ بچائے ان نظروں سے کہ یہ "تحقیقی مطالعہ" تو نہ دے سکیں، ہاں البتہ "تحریری مخادعہ" ضرور دے گئیں، منظر نے برسوں کی رفاقت و معیت میں ان نظروں کو بھانپ کر ٹھیک ہی کہا تھا کہ: جناب والا کا "مطالعہ محدود ہے"[۱۹]

ان سوالات کا ہجوم دیکھ کر کہیں فسیدی کمپنی الٹا مجھ ہی سے سوال نہ کر بیٹھے کہ آپ کی تحریر کے مطابق خلود کے دو معانی -دوام بقاء اور طول مکث- مراد لئے جاسکتے ہیں اور علامہ سعد کی عبارت کے مطابق خلود کا معنی اول -دوام بقاء- ہی مراد ہے جبکہ طول مکث اور مدت دراز مناظرانہ طریقہ پر علی سبیل التنزل مراد لئے جانے کو درست قرار دیا گیا ہے، ایسی صورت میں قابل اعتماد ثقہ مترجم -جن کا نام اسید صاحب نے کسی نامعلوم مصلحت کی وجہ سے چھپا رکھا ہے-

نے کیونکر "خالدا" کا ترجمہ "مدتوں" سے کیا ہے؟

اس کا ایک جواب تو یہ ہوسکتا ہے کہ یہاں خلود کے دونوں معانی - مذکورہ تفصیل کے ساتھ- مراد لئے جاسکتے ہیں، اور ترجمہ میں جب ان دونوں معنوں میں سے کوئی ایک بیان کر دیا گیا تو مقصد حاصل ہو گیا، اس لئے کہ اس ایک معنی سے آیت کا صحیح مفہوم بھی سمجھ میں آ گیا اور دوسرے معنی کی نفی بھی نہیں ہوئی۔

دوسرا جواب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ باب ترجمہ میں اگر متعدد معانی درست ہوں اور ان میں سے کوئی ایک مترجم کے نزدیک راجح ہو تو اسے اختیار کر سکتا ہے، اور اسکے لئے وجہ ترجیح بیان کرنا ضروری بھی نہیں، البتہ اہل علم اسکی توجیہ کر سکتے ہیں، چنانچہ علامہ عبد الحمید آلوسی بغدادی برادر علامہ شہاب الدین آلوسی صاحب روح المعانی نے طول مکث مراد لئے جانے کو اولاً بیان کیا ہے اور دوام کے معنی کو ثانیاً لفظ "قیل" صیغۂ تمریض کے ساتھ بیان کیا ہے[۲۰] ممکن ہے کہ مترجم نے بھی اسی طرح کی وجہ ترجیح کو نگاہ میں رکھتے ہوئے "مدتوں" سے ترجمہ کیا ہو۔

تیسرا جواب یوں بھی دیا جاسکتا ہے کہ تراجم ان لوگوں کو مد نظر رکھتے ہوئے لکھے جاتے ہیں جو عربی زبان و ادب سے ناواقف ہوتے ہیں یا اگر واقفیت رکھتے بھی ہیں تو قرآن فہمی کی صلاحیت کما حقہ حاصل نہیں ہوتی، اس لئے قرآن جس معنی کا متحمل ہوتا ہے اور جو اس کے محمل صحیح کے ضمن میں آتا ہے اور روز مرہ کی ضروریات اور اس عہد کے حالات جس کے متقاضی ہوتے ہیں وہی معنی بیان کر دیا جاتا ہے، اب اگر اس مذکورہ آیت کے دونوں معنوں میں غور کیا جائے تو صاف واضح ہے کہ کسی مومن کے خون کو حلال اور اسکے ایمان کو حقیر سمجھ کر قتل کرنے والا مدعیٔ ایمان تقریباً نادرونا پید ہے، جبکہ دنیوی معاملات کی وجہ سے آئے دن اس طرح کے حالات پیش آتے رہتے ہیں، اس لئے مترجم نے دوسرا معنی بیان کر دیا، کیونکہ ترجمہ دونوں معانی میں کسی ایک ہی کا متحمل ہوسکتا تھا، چنانچہ آپ مجدد اعظم امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ و رضوان کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں، لکھتے ہیں:

"جو کوئی مسلمان کو جان بوجھکر قتل کرے تو اس کا بدلہ جہنم ہے کہ مدتوں اس میں رہے"[۲۱]

اور اعلیٰ حضرت کے خلیفہ ارشد صدر الافاضل فخر الاماثل حضرت علامہ سید نعیم الدین مرادابادی

علیہ الرحمہ اپنی تفسیر خزائن العرفان میں فرماتے ہیں:

''مسلمان کو عمداً قتل کرنا سخت گناہ اور اشد کبیرہ ہے، حدیث شریف میں ہے کہ دنیا کا ہلاک ہونا اللہ کے نزدیک ایک مسلمان کے قتل ہونے سے ہلکا ہے، پھر یہ قتل اگر ایمان کی عداوت سے ہو یا قاتل اسکو حلال جانتا ہو تو یہ کفر بھی ہے۔

فائدہ: خلود مدت دراز کے معنی میں بھی مستعمل ہے، اور قاتل اگر صرف دنیوی عداوت سے مسلمان کو قتل کرے اور اس کے قتل کو مباح نہ جانے جب بھی اسکی جزا مدت دراز کے لئے جہنم ہے'' (۲۲)

اس ترجمہ اور تفسیر سے یہ بات عیاں ہوگئی کہ ہمارے علماء نے خلود سے مدت دراز مراد لے کر ہیشگی و دوام مراد لئے جانے پر کسی طرح سے کوئی روک نہیں لگائی ہے، بلکہ ان میں سے ایک کثیر الورود معنی کو ترجمہ میں بیان کر دیا ہے، اور اس کی تفسیر میں دونوں معانی مراد لئے جانے کی درستگی پر کھلی تصریح بھی کر دی ہے۔ لہذا اسید میاں کا حقیقی معنی مراد لئے جانے سے انکار شعبۂ تفسیر و علوم قرآن سے فراغت کے باوجود بھی قرآن فہمی کی صلاحیت کے فقدان اور علم کلام سے ناواقفیت پر مبنی ہے۔

حواشی

(۱) حرف آغاز (حدیث افتراق امت تحقیقی مطالعہ کی روشنی میں)ص ۶،۷

(۲) حدیث افتراق امت تحقیقی مطالعہ کی روشنی میں) ص۴۷

(۳) سر گزشت رقابت (خامہ تلاشی) ،ابو الفیض معینی [اسید الحق] ، ص ۸

(٤) خامہ تلاشی ،ارباب علم کے تاثرات ،ص۱۷۲

(۵) بحوالہ مذکور

(٦) النساء : ۹۳

(۷) // :١٤

(۸) البقرۃ :۸۲

(۹)شرح العقائد النسفیۃ،للعلامۃ سعد الدین التفتازانی ،تحقیق:احمد حجازی السقاء،ص۷۷ ،ط:مکتبۃ الکلیۃ الازھریۃ،القاھرہ، الطبعۃ الاولی ۱٤۰۷ھ ۱۹۸۷ء

(۱۰)النساء:۹۳

(۱۱)حدیث افتراق امت تحقیقی ----،ص۴۷

(۱۲)نبراس، ص۸٤

(۱۳)الدوانی علی العقائد العضدیۃ،للمحقق جلال الدین محمد بن اسعد الصدیقی الدوانی، ص۹۱ ،طبع فی المطبع الاشرفی الواقع فی بلدۃ دیو بند

(۱٤)احیاء علوم الدین،تالیف:الامام ابی حامد محمد بن محمد الغزالی متوفی ۵۰۵ھ ،۱۲۵/۱،ناشر ابناء مولوی محمد بن غلام رسول السورتی ممبئی

(۱۵)شرح العقائد النسفیۃ،للتفتازانی ،ص۷۷،

(۱٦)خامہ تلاشی ،ص۱۷۳،

(۱۷)بحوالہ مذکور

(۱۸)حدیث افتراق امت تحقیقی -----،ص٦،

(۱۹) خامہ تلاشی،

(۲۰) نثر اللآلی علی نظم الامالی ،للعلامۃ عبد الحمید الآلوسی ،ص۲۱٤—۲۱۷،ط: بمطبعۃ الشابندر فی محروسۃ بغداد ۱۳۳۰ھ

(۲۱)کنز الایمان ترجمہ قرآن،امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ و الرضوان

(۲۲)تفسیر خزائن العرفان،صدر الافاضل علامہ سید نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ

شیخ مصری کی اکیڈمک خوبیاں

ابھی تک تو آپ نے شیخ مصری کی علمی وفکری قلابازیاں دیکھی ہیں، اوراب ان کی فنی اور اکیڈمک خوبیاں بھی نذر کرتا ہوں، دیکھنے کی زحمت گوارہ کیجئے:

”مواقف“ علم عقائد کی مشہورزمانہ کتاب کا نام ہے، جسے قاضی عضدالدین عبدالرحمان بن احمدالایجی (متوفی ۷۵٦ھ) نے تالیف فرمائی ہے۔اور بہت سے اعاظم واکابر نے اس کی مبسوط شرحیں بھی لکھی ہیں، ان شارحین میں سیدسندمیرسیدشریف علی جرجانی (متوفی ۸۱٦ھ) کا نام نامی اسم گرامی بھی سرفہرست ہے، متن وشرح دونوں ہی حلقۂ علماء میں یکساں معروف و مقبول ہیں۔

شیخ مصری نے اپنے مقالہ کے صفحات میں قاضی عضدالدین ایجی کو بھی تھوڑی سی جگہ مرحمت فرمائی ہےاوران کے حوالہ سے کچھ باتیں تحریر کی ہیں، فرماتے ہیں:

”علامہ عضدالدین نے مواقف میں سات اصولی فرقے شمار کئے ہیں“(۱)

حالانکہ علامہ ایجی ”مواقف“ میں فرماتے ہیں:

”اعلم ان کبا رالفرق الا سلامیة ثما نیة“(۲)

یعنی: بڑے اسلامی فرقے آٹھ ہیں۔

ریاضی کی یہ خصوصیت ہے کہ اس کا نتیجہ تحقیقی ہوتا ہے تقریبی نہیں، چنانچہ دو کا دوگنا چار ہے، پونے چار اور سوا چار ہرگز نہیں، چہ جائیکہ تین، پانچ، لہذا علامہ ایجی نے ”ثمانیہ“ کہا ہے: تو وہ آٹھ ہی ہے، سات یا نو نہیں، واقعی شیخ دانا نے تو حد کردی کہ انہیں حروف کے ”ابجد“ اور گنتی کے دو، چار بھی نہیں معلوم۔

دیکھئے! آپ اسے کمپوزنگ کی غلطی نہ سمجھ لیجئے گا، جیسا کہ ”جام نفور“ کے ”خامہ تلاش“ یا بحدیث دیگراں ”تحریری اوباش“ نے جگہ جگہ اپنے ”قصیدہ خواں اداریہ نویس“ کی پردہ پوشی کے لئے بیچارے کمپوزر کو موردالزام ٹھہرا کرنا کردہ جرم کی سزادی ہے۔اس لئے کہ اس دانا شیخ نے ان کبار فرق کو صرف ”سات“ کہنے پر ہی اکتفا نہیں کیا ہے بلکہ انھیں یکے بعد دیگرے نام

بنام ”سات“ ہی شمار بھی کرادیا ہے خدا جانے ”مواقف“ اور ”شرح مواقف“ دیکھی بھی ہے یا نہیں، اوراگر دیکھی بھی ہوگی تو کم ازکم اس فہم وفراست اور شعور آگہی سے سمجھنے کی امید تو قطعاً نہیں کی جاسکتی۔

علامہ ایجی کے قول اور شیخ کی تحریر سے کیا خوبی وخرابی (۳) پیدا ہوتی ہے؟ یہ اپنی جگہ، لیکن بہرحال علامہ ایجی نے فرقوں کی تعداد سات نہیں بلکہ آٹھ بتائی ہے۔اب ان کی طرف سات کی تعداد منسوب کرنا سراسر علمی خیانت ہے، جو اہل علم وفن پر مخفی نہیں۔

شیخ نے علامہ عضدالدین ایجی کا قول نقل کرنے کے بعد حاشیہ کے لئے (۲۷) نمبر درج کیا ہے۔جب میں نے حاشیہ پر نگاہ ڈالی تو وہاں تحریر پایا۔

(شرح مواقف: تذ ئیل فی ذکرالفرق جز: ۸ مطبعة السعادة القاهرة ۱۹۰۷ء)(۴)

اور جب ”مراجع ومصادر“ کی فہرست دیکھی تو لکھا پایا۔

(شرح المواقف۔سید شریف جرجانی۔نولکشور لکھنؤ)(۵)

یقین مانیں! ”جام نفور“ کے اس ”ممتاز ناقد ونامور محقق“ کی تحریریں اوران کے اسالیب بیان دیکھنے کے بعد برجستہ یہ شعر زبان پر آگیا:

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا
جو چیرا تو اک قطرۂ خوں نہ نکلا

بیچارے ”اسید بھیا“ مصر جاکر بھی بھیا کے بھیا ہی رہ گئے، تنقید وتحقیق تو عنقاء ہے انھیں شارحہ، فارزہ اور قوس ونقطہ کی جگہوں کا بھی صحیح علم نہیں، مصادر ومراجع لکھنے آئے تو ترتیب طبع الٹ دی اور ”مراجع ومصادر“، لکھ دیا، نام لیا ایجی کا اور حوالہ درج کرنے آئے تو لکھ دیا سید شریف جرجانی کو، جلد لکھا تو صفحہ ندارد، حوالہ میں مطبعہ قاھرہ تو مصادر ومراجع میں نولکشور ”مارے گھٹنا پھوٹے سر“ نہیں معلوم کیا لکھیں گے اور کدھر جائیں گے؟ پھر ”ممتاز ناقد اور نامور محقق“ کہلائیں گے۔

حواشی

(١) حدیث افتراق امت تحقیقی مطالعہ کی روشنی میں ، ص ٧٣

(٢) المواقف ، للقاضی عضدالدین عبدالرحمٰن بن احمد الایجی ، ص٤١٤، ط: عالم الکتب ، بیروت

(٣) حضرت شیخ کی اس گنتی سے لازم آتا ہے کہ سارے فرق اسلامیہ ، دوزخی ہوں ، کیونکہ انہوں نے فرقۂ ناجیہ (اہلسنت وجماعت) کو فرق اسلامیہ میں سے شمار ہی نہیں کیا ہے۔

(٤) حدیث افتراق امت تحقیقی ....، ص ٧٧

(٥) بحوالہ مذکور ، ص ٨١

مصادر ومراجع

☆ القرآن الکریم

(١) احیاء علوم الدین ، تالیف: الامام ابی حامد محمد بن محمد الغزالی المتوفی ٥٠٥ھ ، ناشر : تجار الکتب ابناء محمد بن غلام رسول السورتی ، جاملی محلہ ، ممبائی۔

(٢) اسنی المطالب ، تالیف : احمد بن الزینی دحلان الشافعی المکی المتوفی ١٣٠٤ھ ، اعداد وتقدیم: صالح الوردانی ، الناشر: الہدف للاعلام ، رقم الایداع: ٩٩/١١٥٦٢ ، الترقیم الدولی: ٩-١٧-٥٧٥١-٩٧٧

(٣) ارشاد الساری لشرح البخاری ، للعلامۃ الامام القسطلانی ، المتوفی ٩٢٣ھ ، ط: دار الطباعۃ المصریۃ ١٨٥٩ء

(٤) اظہار حق ، ترتیب : حضرت مولانا شاہ سید حسین حیدر حسینی مارہروی ، ترجمہ: مولانا اسید الحق محمد عاصم قادری ، ط: شامل اشاعت ردروافض

(٥) الاصول لفخر الاسلام البزدوی المتوفی ٤٨٢ھ ، وضع حواشیہ: عبداللہ محمود محمد عمر ، ط: دار الکتب العلمیۃ بیروت ، سنۃ ١٤١٨ھ-١٩٩٧م الطبعۃ الاولیٰ

(٦) اصول شمس الائمۃ محمد بن احمد بن سہل السرخسی الحنفی المتوفی ٤٨٣ھ ، www.al-mostafa.com

(٧) اجمل الفتاوی المعروف بہ فتاوی اجملیہ ، حضرت علامہ شاہ مفتی محمد اجمل صاحب قادری رضوی اشرفی نعیمی ، فاروقیہ بکڈپو ، مٹیا محل ، جامع مسجد دہلی ، سن اشاعت: ١٤٢٥ھ-٢٠٠٤ء

(٨) الارشاد ، حافظ ملت علامہ شاہ عبدالعزیز محدث مرادابادی ، ط: زیر اشاعت شعبۂ تصنیف آستانۂ عالیہ قادریہ بیت الانوار شہر گیا ، بہار ، سن اشاعت ١٤٢٥ھ - ٢٠٠٤ء

(٩) الاتقان فی علوم القرآن ، تالیف شیخ الاسلام جلال الدین عبدالرحمٰن السیوطی الشافعی المتوفی ٩١١ھ ، ط: محمد عبدالعزیز السورتی واولادہ ، اصحاب المکتبۃ والمطبعۃ ، ابناء غلام رسول السورتی تجار الکتب ، جاملی محلہ ، ممبئی ، مطبع : اصح المطابع بمبئی

(١٠) الانصاف ، للقاضی ابی بکر الباقلانی المتوفی ٤٠٣ھ ، www.al-mostafa.com

(١١) اعلام بقواطع الاسلام ، للامام ابن حجر الہیتمی المکی ، ط: مصطفی البابی ، مصر

(۱۲) ابلیس کارقص ، اصلاحی پیش کش، انجمن تحفظ ایمان، ناشر: انجمن تحفظ ایمان، ۵۳۸/۸، اعجازنگر، پراناشہر، بریلی شریف، اشاعت دوم، شوال۱۴۳۰ھ مطابق اکتوبر۲۰۰۹ء

(۱۳)تحفة المریدعلی جوهرة التوحیدالمعروف بحاشیة الباجوری، تالیف: شیخ الاسلام ابراهیم بن محمدالبیجوری، ناشر: تجارالکتب ابناء محمدبن غلام رسول السورتی، جاملی محله، ممبائی

(۱۴) التوضیح فی حل غوامض التنقیح ، لصدرالشریعة عبیدالله بن مسعود بن تاج الشریعة الحنفی البخاری رحمه الله تعالیٰ المتوفی ۷۴۷ھ وحاشیته الوجیزة منیرالتوضیح : لفضیلة الاستاذ المفتی آل مصطفی المصباحی ، عنی باعداد الحواشی والطبع والنشر: مجلس البرکات الجامعة الاشرفیة ، مبارک فور، اعظم جرة ،الهند

(۱۵) تفسیرخزائن العرفان ، صدرالافاضل علامه سیدمحمدنعیم الدین مرادابادی، مطبوع مع کنزالایمان

(۱۶) تکمله رد روافض ، ترتیب : حضرت مولاناسیدحسین حیدر مارهروی، شامل اشاعت رد روافض

(۱۷)(۱۸) الحدیقة الندیة ، والطریقة المحمدیة، للعارف بالله سیدی عبدالغنی النابلسی الحنفی الدمشقی، والمتن: للشیخ الامام محمدآفندی الرومی البرکلی، قداعتنی بطبع الشرح والمتن طبعة جدیدة بالاوفست حسین حلمی بن سعید استانبولی، سنة الطبع : ۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰م

(۱۹) حدیث افتراق امت تحقیقی مطالعه کی روشنی میں ، مولاناسیدالحق محمدعاصم قادری، ناشر: تاج الفحول اکیڈمی، بدایوں، اشاعت باراول، ذی قعدة ۱۴۲۹ھ/ نومبر۲۰۰۸ء

(۲۰) خامه تلاشی ، ابوالفیض معینی، اداره فکر اسلامی، دهلی، باراول ۲۰۰۹ء

(۲۱) الدوانی علی العقائد العضدیة ، تالیف: المحقق جلال الدین محمدبن اسعدالصدیقی الدوانی، ط: طبع فی المطبع الاشرفی الواقع فی بلدة دیوبند

(۲۲) الرأی السدیدفی شرح جوهرة التوحید، تالیف: الدکتورابراهیم محمدابراهیم حریبة، مدرس العقیدة والفلسة بالکلیة ، جامعة الازهر کلیة الدراسات الاسلامیة والعربیة للبنین القاهرة، الطبعة الثانیة ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵م

(۲۳) رد روافض ، تاج الفحول مولاناشاه عبدالقادر محب رسول بدایونی، ترتیب : حضرت شاه سیدحسین حیدرحسینی برکاتی مارهروی، ترجمه وترتیب جدید:

مولاناسیدالحق عاصم قادری، ناشر: تاج الفحول اکیڈمی، بدایوں، طبع جدید: ۲۰۰۹ء/۱۴۳۰ھ

(۲۴) رد الرفضة ، تالیف: امام احمدرضا خان، (شامل اشاعت فتاوی رضویه) ط:رضافائونڈیشن، لاهور

(۲۵) الشفاء بتعریف حقوق المصطفی، للقاضی ابی الفضل عیاض بن موسی الیحصبی المتوفی۵۴۴ھ ، تقدیم وتحقیق : طه عبدالرؤف سعد، خالدبن محمدبن عثمان، ط:مرکزاهل سنت، شارع الامام احمدرضا، فوربندر، غوجرات

(۲۶) شرح لشرح العقائدالمسمی بالنبراس مع التعلیقات القسطاس، للعلامة عبدالعزیزالفرهاروی، ناشران: ملک دین محمدوایندسنز ، اشاعت بل روڈ، لاهور

(۲۷)شرح الحسامی المعروف بغایة التحقیق ، تالیف : العلامة عبدالعزیز بن احمدبن محمدالبخاری، ط: قدطبع فی المطبع الذی نسب الی منشی نولکشور الواقع فی اللکنؤ-

(۲۸) شرح المقاصد، لسعدالدین التفتازانی ، ط: مطبعة الحاج محرم آفندی ۱۳۰۵ھ

(۲۹) شرح الشفاء ، للملا علی القاری، ط: دارلفکر، بیروت

(۳۰) شرح العقائد النسفیة ، للعلامة سعدالدین التفتازانی مسعود بن عمربن عبدالله ۷۲۲-۷۹۱ھ، تحقیق : الدکتورالشیخ احمدحجازی السقاء، ملتزم الطبع والنشر: مکتبة الکلیات الازهریه، الازهر، القاهره۱۴۰۸ھ - ۱۹۸۸م

(۳۱) العطایاالنبویة فی الفتاوی الرضویه، شیخ الاسلام امام احمد رضا خان قادری بریلوی رحمة الله تعالیٰ علیه، ناشر: رضا فاؤنڈیشن، جامعه نظامیه رضویه ، اندرون لوهاری دروازه، لاهور، ابریل ۱۹۹۶ء

(۳۲) فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت ، للعلامة بحرالعلوم عبدالعلی بن نظام الدین محمدالسهالوی الانصاری اللکنوی المتوفی سنة ۱۲۲۵ھ ، ط: دارالکتب العلمیة بیروت، لبنان ، الطبعة الاولیٰ ۱۴۲۳ھ - ۲۰۰۲م

(۳۳) فتاوی امجدیه ، تصنیف صدرالشریعه علامه امجد علی صاحب اعظمی قدس سره العزیز، تبییض : مولاناعبدالمنان کلیمی، ترتیب وتعلیق: مولاناآل مصطفی مصباحی، ناشر: دائراة المعارف الامجدیه، قادری منزل گهوسی ، ضلع مئو ،یوپی، باراول ۱۴۱۷ھ-۱۹۹۷ء

(۳۴) الفرق بین الفرق، للعالم ابومنصورعبدالقاهربن طاهربن محمدالبغدادی

الاسفرائینی التمیمی المتوفی ۴۲۹ھ- ۱۰۳۷م، تحقیق : محمدمحی الدین عبدالحمید، ط: المکتبة العصریة صیدا، بیروت، ۱۴۱۶ھ- ۱۹۹۵م

(۳۵) العطایاالاحمدیة فی الفتاوی النعیمیة ، مصنف : صاحبزاده اقتداراحمدخان بدایونی نعیمی قادری، ط: نعیمی کتب خانه گجرات، پنجاب، پاکستان، باراشاعت، : دوسری بار

(۳۶) کشف الاسرارعن اصول البزدوی، تالیف: الامام علاء الدین عبدالعزیزبن احمدالبخاری المتوفی ۷۳۰ھ، ط: دارالکتب العلمیة بیروت، سنة ۱۴۱۸ھ /۱۹۹۷م، الطبعة الاولیٰ ، دارالکتاب العربی ، بیروت

(۳۷) کنزالفوائدشرح بحرالعقائد، کلاهماتالیف: ابراهیم بن حسن میرغنی الحسینی الحنفی، مخطوط جامعة ریاض ، المکتبة المرکزیة، قسم المخطوطات، رقم : ک،أ، ۲۱۴

(۳۸) کہرالمعبودعلی اعتقادحزب المردود، تالیف: شیربیشهٔ اهلسنت مظہراعلیٰ حضرت علامه شاه ابوالفتح محمدحشمت علی خان قادری برکاتی رضوی رحمة الله علیه، ناشر: آل انڈیاجماعت رضائے مصطفی، سائوده، مہاراشٹرا

(۳۹) کتاب الدرالثمین فی اصول الشریعة وفروع الدین، تالیف: الشیخ سالم بن صالح باحطاب الحضرمی الشافعی الاشعری، ط: مطبعة دارالکتب العربیة ، مصر

(۴۰) کنزالایمان (ترجمة القرآن) ، امام احمدرضاخان علیه الرحمة والرضوان

(۴۱) لمعة الاعتقاد الهادی الی سبیل الرشاد، لابی محمدعبدالله بن احمدبن قدامة المقدسی ، www.al-mostafa.com

(۴۲) مقالات الاسلامیین ، للامام ابی الحسن علی الاشعری، www.al-mostafa.com

(۴۳) منح الروض الازهرشرح الفقه الاکبر، ط: مصطفی البابی، مصر

(۴۴) المسایره، للعلامة الکمال بن الهمام الحنفی المتوفی۴۸۱، مراجعة وتعلیق: محمدمحی الدین عبدالحمید، ط: المطبعة المحمودیة التجاریة مصر، الطبعة الاولیٰ

(۴۵) منارالانوار، للامام ابی البرکات عبدالله بن احمدبن محمودالنسفی المتوفی سنة ۷۱۰ھ، طبع مع شرحه نورالانوار، رضااکیڈمی، ممبائی

(۴۶) المواقف ، تالیف: العلامة عضدالدین الایجی، عالم الکتب، بیروت

(۴۷) الملل والنحل ، لعبدالکریم الشهرستانی، www.al-mostafa.com

(۴۸) المعتقدالمنتقد، لسیف الله المسلول العلامة فضل رسول البدایونی، ط:رضااکیڈمی، ممبائی

(۴۹) المستندالمعتمدبناء نجاة الابد، — بہامش المعتقدالمنتقد — للامام العلامة احمدرضا خان القادری البریلوی قدس سره، قام بطبعه ونشره: رضااکادیمی،ممبائی

(۵۰) منیرالتوضیح ، لفضیلة الاستاذآل مصطفی المصباحی ، المطبوع علی هامش التوضیح من مجلس البرکات، مبارک فور، اعظم جراه-

(۵۱) معجم مفردات الفاظ القرآن ، تالیف: العلامة ابی القاسم الحسین بن محمدبن المفضل المعروف بالراغب الاصفهانی المتوفی سنة ۵۰۳ھ، ضبطه وصححه وخرج آیاته وشواهده: ابراهیم شمس الدین ، منشورات: دارالکتب العلمیة ، بیروت، الطبعة الاولیٰ سنة ۱۴۱۸ھ/۱۹۹۷م

(۵۲) مکتوبات بنا م تاج الفحول ازحافظ غلام حسین گلشن آبادی، (مطبوع بنام : تنبیه ملحدین اشرار، مطبع گلزارحسنی ، بمبئی، ۷۷-۱۹۷۶ء، شامل اشاعت ردروافض)

(۵۳) النظامیة فی الارکان الاسلامیة ، للامام الجلیل امام الحرمین ابی المعالی عبدالملک بن عبیدالله بن یوسف الجوینی المتوفی سنة ۴۷۸ھ روایة ابی بکربن العربی عن الغزالی عن المؤلف ، تحقیق وتعلیق : محمدزاهدالکوثری ، الناشر: المکتبة الاشهریة للتراث، سنة ۱۴۱۳ھ / ۱۹۹۲م

(۵۴) نورالانوار، للشیخ احمدملاجیون المتوفی ۱۱۳۰، ط: رضااکیڈمی، ممبئی

(۵۵) نشراللآلی علی نظم الامالی ، للعلامة عبدالحمیدالآلوسی، ط: طبع بمطبعة الشابندرفی محروسة بغداد سنة ۱۳۳۰ھ

(۵۶) هدایة المریدلجوهرة التوحید، للعلامة الشیخ ابراهیم اللقانی، www.al-mostafa.com

(۵۷) الانصاف ، للقاضی الامام ابی بکرمحمدبن الطیب بن محمدبن جعفرالباقلانی، المتوفی ۴۰۳ھ، www.al-mostafa.com

مؤلف کی تصنیفات وتحقیقات

۱ . الجعل والخلق فی القرآن الکریم (عربی)

۲ . البلاغة المسیرة (عربی)

۳. بدعت کااسلامی مفہوم (ترجمہ وتحقیق)

۴. ”کل“ لغةً ونحواً (عربی)

۵ . سیرالانبیاء

۶ . شرح المطالب فی مبحث ابی طالب (ترجمہ تحقیق) عربی

۷۔خانقاہی نظام کاشرعی حکم

۸۔تردیدِ اشاعت صلح کلیت بنام تحقیق ”حدیث افتراق امت“

رابطہ کاپتہ

مفکرملت اکیڈمی،مولانا کالونی، چیلا چھاؤنی،فیض آباد، یوپی۔